دینی | اصلاحی | فکری | علمی

ماہنامہ

شاہراہِ علم

جامعہ کا پیغام ملّتِ اسلامیہ کے نام

خصوصی شمارہ
شانِ صحابہ

- بلاتفریق تمام صحابۂ کرامؓ کے ساتھ محبت فرض ہے.....
- مقامِ صحابہ حقائق اور دلائل کی روشنی میں.....
- تذکرہ ان کا.....کلام اللہ ترجمان جن کا.....
- مردانِ وفا سرشت-صحابہ کرامؓ.....
- ضوءِ فگن ہوگئیں ظلمات صحابہ کے طفیل.....
- مقامِ صحابہ اور شانِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ.....
- تیرے تقدس پہ قرباں، تیری عظمت کو سلام.....
- وفا جن کی مسلّم ہے زمانے میں.....
- عظمتِ صحابہؓ اور ان کا معیارِ حق ہونا.....
- ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہوکر.....
- صحابۂ کرام اور خلفائے راشدینؓ کے متعلق ضروری عقائد....
- پاسدارانِ شریعت وہ زمانے کے امام.....
- روشن ستارے.....
- حضرت امیرِ معاویہؓ کون؟.....
- شمع رسالت ﷺ کے پروانے.....
- مشاجرات صحابہ کے معاملے میں امت کا عقیدہ اور عمل
- عاشقوں کے عاشقین میں اپنا بھی نام آجائے.....
- اسلام کے عظیم سپہ سالار کے مختصر حالات زندگی.....

”لو ان رجلا ارتکب کل خطیئة ما خلا الشرک بالله وخرج من الدنیا سلیم القلب لاصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم غفر الله له.“

(الفدائد الاخیار والحکایات: ۱/۴۴)

اگر کوئی شخص ایسا ہو جس نے ہر طرح کے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو سوائے شرک کے اور وہ اس دنیا سے صحابہ کے بارے میں دل صاف لے کر جائے گا اللہ اسے معاف کردیں گے۔

ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ بمطابق دسمبر ۲۰۱۸ء

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مدظلہ العالی

مدیر

خلیفہ مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندوربار، مہاراشٹر ۴۲۵۴۱۵

Per Copy Rs. 40.00

1

Printed Matter

December 2018

وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ)

ماہنامہ

”شاہراہِ علم“

”شانِ صحابہ“

(جامعہ کا پیغام ملتِ اسلامیہ کے نام)

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مدظلہ العالی

مدیر: حذیفہ مولانا غلام محمد وستانوی

جلد نمبر : ۸-۷ شمارہ نمبر: ۱-۱۲

ماہ : ربیع الاول والثانی ۱۴۴۰ھ، دسمبر، جنوری ۲۰۱۸-۱۹ء

زرتعاون: سالانہ ۲۰۰ روپے سادہ ڈاک/ رجسٹری ۳۵۰ روپے

ترسیل زر کا پتہ

”دفترِ شاہراہِ علم“

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، ضلع نندوربار، مہاراشٹر، ۴۲۵۴۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۱	اداریہ..... بلاتفریق تمام صحابۂ کرامؓ کے ساتھ محبت فرض ہے..... مولانا حذیفہ مولانا غلام محمد صاحب وستانوی	۶
۲	مقامِ صحابہ حقائق اور دلائل کی روشنی میں..... محمد معاویہ سعدی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور	۱۷
۳	تذکرہ ان کا..... کلام اللہ ترجمان جن کا..... مولانا فاروق مدنی / استاذ تفسیر وحدیث جامعہ اکل کوا	۲۹
۴	مردانِ وفا سرشت - صحابہ کرامؓ..... مولانا افتخار احمد قاسمی بستوی / استاذ جامعہ اکل کوا	۳۵
۵	ضوء فگن ہوگئیں ظلمات صحابہ کے طفیل..... مولانا عبدالرحمن ملی ندوی ایڈیٹر مجلہ ''النور'' اکل کوا	۴۰
۶	مقام صحابہ اور شانِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ..... مولانا محمد مرشد قاسمی استاذ جامعہ اکل کوا	۴۴
۷	تیرے تقدس پہ قرباں، تیری عظمت کو سلام..... ابوعالیہ ناز قاسمی، اجرا، مدھوبنی / استاذ جامعہ اکل کوا	۵۱
۸	وفا جن کی مسلم ہے زمانے میں..... مفتی عبدالقیوم مالیگانوی / استاذ جامعہ اکل کوا	۵۶
۹	عظمتِ صحابہؓ اور ان کا معیارِ حق ہونا..... حسین احمد قاسمی معروفی / استاذ جامعہ اکل کوا	۶۳
۱۰	ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہوکر..... محمد ناظم ملی / استاذ جامعہ اکل کوا	۷۲
۱۱	صحابۂ کرام اور خلفائے راشدینؓ کے متعلق ضروری عقائد..... مفتی عبدالغفور اشاعتی گوگانوی / استاذ جامعہ اکل کوا	۸۰
۱۲	پاسدارانِ شریعت وہ زمانے کے امام..... مولانا الطاف حسین اشاعتی کشمیری / استاذ جامعہ اکل کوا	۸۴

نوٹ: ماہنامہ ''شاہراہ علم'' مدیر وایڈیٹر مولانا محمد حذیفہ غلام محمد وستانوی صاحب زندہ را ''جامعہ کوارٹر جامعہ نگر اکل کوا'' نے ہمدم پریس مالیگاؤں سے طبع کرواکر دفتر شاہراہ علم سے شائع کیا۔

..... کمپوزنگ: محمد سبحان ارریاوی اشاعتی .....

فہرست مضامین

۱۳	روشن ستارے.....مفتی نجم الحسین آسام/ استاذ جامعہ اکل کوا	۹۵
۱۴	حضرت امیر معاویہؓ کون؟.....مولانا مجیب بابل گاؤں/ استاذ جامعہ اکل کوا	۱۰۰
۱۵	شمع رسالت ﷺ کے پروانے.....مولانا عبد الحسیب/ استاذ جامعہ اکل کو	۱۰۳
۱۶	مشاجرات صحابہ کے معاملے میں امت کا عقیدہ اور عمل.....(تلخیص از: مقام صحابہ "مفتی شفیع صاحب")	۱۱۰
۱۷	عاشقوں کے عاشقین میں اپنا بھی نام آجائے.....محمد ہلال الدین بن علیم الدین ابراہیمی منیجر شاہراہ علم	۱۲۱
۱۸	اسلام کے عظیم سپہ سالار کے مختصر حالات زندگی.....محمد سبحان اریاوی/ استاذ جامعہ اکل کوا	۱۳۰
۱۹	جامعہ کے شب و روز.....	۱۳۵

ضروری ہدایت

ماہنامہ "**شاہراہِ علم**" مہینہ شروع ہونے سے پانچ روز قبل گزشتہ مہینہ کی ۲۵ر تاریخ کو ہی روانہ کر دیا جاتا ہے، تاکہ پہلے عشرے تک موصول ہو سکے۔ لہٰذا ۱۰ر تاریخ تک موصول نہ ہونے کی صورت میں اپنے مقامی ڈاک خانہ میں تحقیق و کارروائی کریں، اور دو تین روز مزید انتظار کے بعد بھی دستیاب نہ ہو، تو دفتر شاہراہ علم کے نمبر پر اپنا خریداری نمبر بتا کر رابطہ کریں۔ ان شاء اللہ آپ کی شکایت دور کی جائے گی اور دوبارہ رسالہ روانہ کیا جائے گا۔

وقت رابطہ: صبح 08:00 تا 12:00 جمعہ کے علاوہ

نوٹ: جن خریدار کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے اور وہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے منی آرڈر روانہ کرتے ہیں؛ وہ اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اور نئے ممبران مکمل پتہ اور پتہ کے اوپر "جدید خریدار" لکھنا نہ بھولیں۔

سالانہ زر تعاون سادہ ڈاک -/200 بذریعہ رجسٹری -/350

ترسیل زر کے لیے ذیل میں دیے گئے پتہ پر E.MO یا اس کی سہولت نہ ہونے کی صورت میں سادہ منی آرڈر کریں اور بذریعہ فون منی آرڈر کرنے کی اطلاع کر دیں۔

رابطہ اور ترسیل زر کے لیے:

OFFICE SHAHRAH-E-ILM
JAMIA ISLAMIA ISHA'ATUL ULOOM
AT-PO. AKKALKUWA DISTT. NANDURBAR-425415 [M.H] INDIA
Email: shahrahelmmagazine@gmail.com
PH: 02567-252256-252356 Mob. 9011958392

بلاتفریق تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت فرض ہے

مولانا حذیفہ مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

اداریہ

تمام صحابہ سے محبت علامت ایمان ہے:

آية الإيمان حب الأنصار و آية النفاق بغض الأنصار. (بخاری)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ علامة الایمان حب الانصار کے عنوان سے باب قائم کیا ہے، جس کے تحت سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایمان کی علامت انصار سے محبت کرنا ہے اور نفاق کی علامت ان سے بغض رکھنا ہے، یہ روایت ان الفاظ اور معمولی تبدیلی الفاظ کے ساتھ ثقہ راویوں اور متعدد صحابہ سے متعدد کتب حدیث میں منقول ہے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

''یہ حکم (یعنی صحابہ سے محبت کا ایمان کے لیے شرط ہونا) تمام اعیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین؛ بل کہ عمومی طور پر تمام ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے ہے۔ کہ ان سے محبت کرنا ایمانی تقاضہ بل کہ کامل مومن ہونے کے لیے شرط ہے۔'' (عمدۃ القاری:۱/۱۵۲)

اسی طرح عمومی حکم صریح الفاظ کے ساتھ ایک اور روایت میں ہے:

" من أحبهم فبحبي أحبهم و من أبغضهم فببغضي أبغضهم "

(ترمذی:۳/۳۶۰)

امام حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں اگر چہ اس روایت کے ایک راوی پر کچھ کلام ہے، مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے، اس لیے کہ دیگر بے شمار روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

(تقریب:۲۰۲)

محبت صحابہ فرض ہے:

امام ابن حزم فرماتے ہیں:" حبهم (اى الصحابة) فرض ." (الجمهرة ص ۳)

حضرات صحابہ سے محبت فرض اور واجب ہے۔

اداریہ

عشق نبوی کا تقاضہ حب صحابہ ہے:

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

"ومن توقیرہ وبرہ توقیر اصحابہ وبرھم ومعرفۃ حبھم والاقتداء بھم وحسن الثناء لھم ."(الشفاء :۲۳)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی توقیر کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جائے اور ان سے ٹوٹ کر محبت کی جائے، ان کی پیروی اور ان کی ثنا خوانی کی جائے۔

صحابہ کی ثنا خوانی نفاق سے برأت اور ان سے بغض ضلالت ہے:

امام ایوب السختیانی فرماتے ہیں:

"ومن احسن الثناء علی اصحاب محمد فقد بری من النفاق ومن انتقص احدا منھم فھو مبتدع مخالف للسنۃ والسلف الصالح ،واخاف ان لا یصعد لہ عملہ الی السماء حتی یحبھم جمیعا ویکون قلبہ سلیم ."

جس نے صحابہ کی خوبیاں بیان کی وہ نفاق سے بری ہوگیا اور جس نے ان میں سے کسی پر نقد کیا وہ بدعتی اور گمراہ ہے، سنت کا مخالف اور سلفِ صالحین کے طریقے سے انحراف کرنے والا ہے۔ بل کہ مجھے تو ڈر ہے کہ اس کی کوئی نیکی اللہ کے دربار میں مقبول نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ تمام صحابہ سے محبت نہ کرنے لگے اور اس کا دل ان کے بارے میں صاف ہو۔

صحابہ سے محبت کا تقاضہ ہے دل کا ان کے بارے میں صاف ہونا اور زبان درازی سے بچنا:

امام ابونعیم اصفہانی نے فضیل بن عیاض کا قول نقل کیا ہے:

"انی احب من احبھم وھم الذین یسلم منھم اصحاب محمد وابغض من ابغضہ اللہ وھم اصحاب الاھواء والبدع ."(حلیۃ الاولیا :۷۸)

میں ان سے محبت کرتا ہوں جن سے اللہ محبت کرتے ہیں اور وہ لوگ جس کی زبان درازیوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں۔ اور میں ان سے بغض رکھتا ہوں جن سے اللہ بغض رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں، جو نفس پرست اور بدعتی ہیں۔

حب صحابہ مغفرت کا سبب ہے:

خراسان کے عالم ربانی امام ابوحفص عمران بن سلیم فرماتے ہیں:

"لو ان رجلا ارتكب كل خطيئة ما خلا الشرك بالله وخرج من الدنيا سليم القلب لاصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم غفر الله له." (الفدائد الاخبار والحکایات: ۱/۴۴)

اگر کوئی شخص ایسا ہو جس نے ہر طرح کے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو سوائے شرک کے اور وہ اس دنیا سے صحابہ کے بارے میں دل صاف لے کر جائے گا اللہ اسے معاف کر دیں گے۔

کسی نے امام ابوحفص سے دریافت کیا اس پر کوئی دلیل؟ تو آپ نے کہا قرآنِ کریم کی آیت مبارکہ ﴿قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونی يحببكم الله﴾ اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ صحابہ سے بھی محبت ہو، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے صحابہ میں سے ہر ایک سے محبت کرتے تھے۔ سبحان اللہ! یہ ہے شانِ صحابہ! اس قول کے راوی فرماتے ہیں کہ مجھ سے کسی نے اس قول کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا یہ درست ہے؟ میں نے کہا بالکل اور پھر میں نے مختلف مجلسوں میں اسے ایک ہزار بار دہرایا اور لوگوں سے کہا کہ اسے تحریر کر لو۔

سب سے قیمتی عمل حب صحابہ ہے:

امام بشر حافی فرماتے ہیں:

"اوثق عملی فی نفسی حب اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم." (الحلیة: ۸/۳۳۸)

میرے نزدیک میرا سب سے پختہ اور وزنی عمل محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ محبت ہے۔ سبحان اللہ!

بغض صحابہ کا حامل توفیق توبہ سے محروم ہوتا ہے:

بشر حافی نے یہاں تک فرمایا:

" نظرت فی هذا الامر فوجدت لجمع الناس توبة الامن تناول اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم فان الله عزوجل حجز عنهم التوبة."

صحابہ سے بغض کے بارے میں جب میں نے غور و خوض کیا، تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دیگر تمام گنہ گاروں کی توبہ قبول ہو جاتی ہے، سوائے اس کے جس نے صحابہ کو برا بھلا کہا ہو۔ اللہ اسے توبہ کی توفیق سے محروم کر دیتے ہیں۔

(المجالسة: ۵/۲۱۲)

صدق اور حب صحابہ باعث نجات:

امام عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں:

"خصلتان من كانت فيه الصدق وحب الصحابة فارجوان ينجوا ان اسلم ."

(الطیوریات : ۳۳۱/۲)

اداریہ

اسلام لانے کے بعد اگر کسی میں دو خصلتیں پائی جائیں گی، تو اس کی نجات کی امید ہے صداقت کا عادی اور آپ کے صحابہ سے محبت کرنے والا۔

حب صحابہ ذخیرۂ آخرت ہے:

امام آجری فرماتے ہیں کہ عبداللہ مبارک کا قول ہے:

"حب اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ذخرا ادخره وانما يحسن هذا عمله يحب اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ." (کتاب الشریعة : ۱۲۸۸/۱)

میں اپنی آخرت کی نجات کے لیے صحابہ کی محبت کا ذخیرہ جمع کر رہا ہوں، میرا جو کچھ درست کام ہو رہا ہو وہ محبت صحابہ کی برکت ہے۔

خلفاء راشدین سے محبت اور حضرت معاویہ پر ترحم عنداللہ حساب سے خلاصی کا باعث ہوگا:

امام زہری فرماتے ہیں سعید ابن مسیب نے مجھ سے کہا کہ اے زہری!

من مات محبا لأبي بكر وعمر وعثمان وعلى وشهد للعشر بالجنة وترحم معاوية كان حقا على الله ان لا يناقشه .

جو آدمی اس حال میں اس دنیا سے رخصت ہو کہ وہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہو، عشرۂ مبشرہ کے جنتی ہونے کی شہادت دیتا ہو اور حضرت امیر معاویہ کے لیے رحمت کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب نہیں لیں گے۔ (البدایة: ۱۳۹/۸)

صحابہ سے محبت عقیدہ کا درجہ رکھتی ہے:

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت کرنا اصول ایمان میں سے ہے۔ اس لیے کہ ہم تک دین پہنچانے میں انہیں کا رول سب سے بڑا اور اہم ہے اگر وہ نہ ہوتے یا ایمان داری سے کام نہ لیتے العیاذ باللہ! تو ہم تک یہ دین صحیح اور کامل مکمل نہ پہنچتا؛ بل کہ اسباب ظاہریہ کے درجے میں دیگر مذہب مثلاً یہودیت اور نصرانیت کی طرح انحراف کا شکار ہو چکا ہوتا۔

ایک مسلمان کا صحابۂ کرام کے بارے میں کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے عقیدت ومحبت اوران پر نقد وجرح سے اجتناب کوئی معمولی امر نہیں ،بل کہ عقیدے سے اس کا تعلق ہے؛لہٰذا بہر صورت صحابہ سے محبت مومن کے ایمان کا تقاضہ ہے؛جیسا کہ آپ نے ہمارے سلف صالحین کے اقوال صحابہ کرامؓ کے بارے میں پڑھے۔اب یہاں حضرات صحابہؓ کے بارے میں ایک مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہیے اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مقدس گروہ وہ گروہ ہے،جس کو اللہ رب العزت نے اپنے بندوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت کے لیے منتخب کیا تھا،جن کی قربانیاں دین اسلام کے لیے ہر اعتبار سے بے مثال ہے۔قرآنِ کریم نے عام مسلمانوں کو ان جیسا ایمان مضبوط کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور کہا ہے:" **امنوا کما امن الناس** " ان کی ہجرت،ان کی نصرت اوران کے جہاد کی تعریفیں کی۔جن کو صحبت خاتم الانبیا کے لیے چنا گیا،وہ "**سلام علی عبادہ الذین اصطفی**" ہیں،اللہ کے وہ چنندہ اور منتخب بندے ہیں جن پر اللہ سلام بھیج رہا ہے۔

لہٰذا حضراتِ صحابہ کو ہم عام انسانوں کی طرح نہیں گردان سکتے؛بل کہ وہ انبیا کے بعد افضل ترین افرادِ بشر ہیں،اگر انبیا معصوم ہیں تو ہمارے صحابہ محفوظ ہیں۔اللہ رب العزت نے انہیں ہدایت کا نورِ کامل عطا فرمایا تھا۔ قرآنِ کریم میں سورۂ بقرہ،سورۂ توبہ،سورۂ حدید،سورۂ حشر،سورۂ فتح،سورۂ انفال کی دسیوں آیات میں ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور عمومی اور خصوصی طور پر سینکڑوں احادیث ان کے مناقب اور فضائل میں وارد ہوئی ہیں۔بل کہ ان پر نقد اور طعن وتشنیع سے روکنے کا حکم ہے،اس لیے امت کا اجماع اسی پر ہے کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ کیا جائے اور ہرگز ہرگز ان میں سے کسی پر بھی حرف نہ اٹھایا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے بارے میں بنیادی عقائد:

۱- ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے دل اور اپنی زبان کو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں بالکل صاف ستھری رکھے۔اس پر اجماعِ امت ہے۔

۲- جو مسلمان اپنے آپ کو صحیح نبوی طریقے پر رکھنا چاہتا ہو،اس کے لیے ضروری ہے کہ بلاتفریق تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرے اور ان کے ساتھ محبت کرنے میں افراط وتفریط سے کام نہ لے اور ان میں کسی ایک سے محبت اور اس کے مقابلے میں دوسرے سے بغض کسی صورت میں درست نہیں؛بلکہ یہ بدعت اور ضلالت ہے۔

۳- اہل سنت والجماعت یعنی پکے اور سچے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحابہ میں جو آپسی اختلاف اور جنگیں ہوئیں اس پر سکوت اختیار کرے؛ لہٰذا انہیں کوئی بھی بہانہ بنا کر برا بھلا کہنا سراسر ضلالت ہے۔

۴- صحابہ کے بارے میں صحیح اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کی افضلیت کو برقرار رکھی جائے، اس کی بنیادی ترتیب اس طرح ہے:

اداریہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۵- جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی وہ جنتی ہیں، اس پر مکمل یقین رکھے۔ جیسے عشرہ مبشرہ یعنی وہ صحابہ جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت دی۔ خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ، حضرت زبیر ابن العوام اور حضرت سعید ابن زید۔

۶- اہل سنت والجماعت کے نزدیک آیتِ کریمہ "وکلا وعد الله الحسنى" کے مطابق تمام صحابہ فضیلت کے حامل ہیں، ان میں فضل مراتب ہے جیسے انبیاء میں بھی ہے۔ البتہ شرف صحابیت میں سب مشترک ہیں۔

۷- اہل سنت کے عقیدے کے مطابق مہاجرین افضل ہیں انصار سے۔

۸- اہل سنت کے عقیدے کے مطابق اہل بدر کے تمام صحابہ کو اللہ نے بخش دیا ہے؛ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ "اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم" اسی طرح بیعت رضوان والے ۱۴۰۰ سے زائد صحابہ میں سے بھی کوئی جہنم میں نہیں جائے گا، اس لیے کہ اعلان خداوندی ہے: ﴿لقد رضي الله عن المومنين اذ يبايعونك تحت الشجرة﴾۔

۹- اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو اختلاف ہوئے اس کے بارے میں سکوت اور خاموشی واجب ہے۔ اس پر کسی بھی طرح کا کلام جائز نہیں، چاہے وہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہو یا حضرتِ علی رضی اللہ عنہ اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف۔

۱۰- اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ کا شمار خیر القرون میں ہوتا ہے، وہ معصوم نہیں مگر محفوظ ضرور ہیں، اگر صحابہ میں کسی سے کوئی چوک یا گناہ بھی ہوگیا، تو ان کی مغفرت ہوجائے گی اس لیے کہ وہ مغفرت اور شفاعت نبوی کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، اگر ان میں سے کسی سے کوئی خطا بھی ہوگئی تو تمام صحابہ اجتہاد کے درجہ پر فائز تھے، لہٰذا اجتہادی خطاؤں کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوں گے بل کہ خطا پر بھی ماجور ہوں گے۔

(عقیدہ اهل السنة فی الصحابة)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں مذکورہ دس عقائد کتاب وسنت سے ثابت ہیں اور امت کا چودہ سو سال سے اس پر اجماع چلا آرہا ہے؛ لہٰذا کسی کے لیے ہرگز یہ گنجائش نہیں کہ وہ اس سے اختلاف کرے یا یہ کہے کہ وہ دینی امور میں عدالت کے حامل تھے اور سیاسی امور میں نہیں؛ جیسا کہ بعض حضرات سیاسی مسئلہ بتلا کر بعضے صحابہ پر تنقید اور جرح کو درست تصور کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے: "**الصحابة كلهم عدول**" تمام کے تمام صحابہ عدول ہیں، یعنی ان پر کسی صورت میں جرح کی کوئی گنجائش بالکل نہیں۔ اجمالی محبت ضروری ہے، جن کے نام ہمیں معلوم نہیں اور جن کے نام معلوم ہیں ان سے انفرادی طور پر بھی محبت ضروری ہے۔

صحابہ سے محبت کیوں ضروری ہے؟

صحابۂ کرام سے محبت کیوں ضروری ہے تو علمائے کرام نے اس کے اسباب بیان کیے جو یہ ہیں:

۱- اللہ رب العزت کو صحابہ سے محبت ہے اور اللہ رب العزت نے ان سے رضامندی کا اعلان کر دیا ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر "**رضی الله عنهم**" وارد ہوا ہے۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے اور ان سے خوش تھے؛ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشاداتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صحابہ سے محبت کو ایمان کا جز قرار دیا اور ویسے بھی قاعدہ ہے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔

۳- حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا تعلق اسلام کے عقیدہ "**ولاء وبراء**" سے ہے، لہٰذا حب فی اللہ میں رسول اللہ کے بعد اگر سب سے پہلا کسی کا درجہ ہے تو وہ صحابہ کا۔

۴- صحابہ سے محبت ایمان کی علامتوں میں سے ایک اہم ترین علامت ہے اور صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی بغض اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کے مترادف ہے۔

۵- صحابہ نے امت تک اسلام کا پیغام مکمل دیانت داری اور امانت داری کے ساتھ پہنچایا، جس میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کی۔ آپ کی زندگی کے تمام اقوال اور افعال کو بغور دیکھا۔ آپ نے نماز کیسے پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ قیام میں کہاں ہوتی، رکوع میں کہاں ہوتی، سجدے میں کہاں ہوتی، جلسہ اور قعدہ میں کہاں ہوتی۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی گروہ ایسا نہیں گزرا، جس نے اپنے متبوع کی تعلیمات کو اتنی باریکی کے ساتھ محفوظ کیا ہو سوائے صحابہؓ کے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اپنے نبی کی صحبت کے لیے منتخب کیا تھا جو صحبت کا حق ادا کر سکتے تھے۔ (محبة الصحابة في ضوء عقيده اهل سنت والجماعة: ۷۸-۷۶)

اداریہ

اداریہ

حقوق صحابہ:

امت پر اللہ اور رسول کے بعد اگر سب سے بڑا احسان کسی کا ہے تو وہ حضراتِ صحابہ کرام کا؛ کیوں کہ انتہائی نازک ترین دور میں صحابہؓ نے اسلام کی سربلند کے لیے بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ صحابہ میں فرق مراتب تو ہو سکتے ہیں، ان کی اقدمیت اور قربانیوں کے اعتبار سے؛ مگر شرف صحابیت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ ہمارے علمائے کتاب وسنت کی روشنی میں میں جہاں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق الرسول کو ذکر کیا؛ وہیں حقوقِ صحابہ کو بھی ذکر کیا ہے جو یہ ہیں:

۱- سب سے پہلا حق صحابیت یہ ہے کہ تمام صحابہ کی فضیلت کا قائل ہونا چاہئے اور اپنے دل میں ان میں سے کسی کے بھی بارے میں ذرہ برابر بغض اور کینہ نہیں رکھنا چاہیے۔

۲- دوسرا حق یہ ہے کہ دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرنی چاہیے، ہمیشہ اپنی مجلسوں میں عظمت اور محبت اور ادب واحترام کے ساتھ ان کا ذکر کرنا چاہیے اور بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ تمام افراد امت کے قلوب کو ان کی محبت سے گرما دیں۔

۳- تیسرا حق یہ ہے کہ حضراتِ صحابہ نے جو شریعت کی تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں، اس پر مکمل اعتماد کرنا چاہیے اور ان کے اجتہادات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ کتاب وسنت کو جیسا صحابہ نے سمجھا اور اس کو مراد تک وہ پہنچے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے اور نہ اتنی قریبی مراد کو جا سکتا ہے، صحابہ نے مکمل طور پر کتاب وسنت کی پیروی کی ہے اور ہر طرح کی ضلالت گمراہی اور بدعت سے دور رہے ہیں۔

۴- صحابہ کا چوتھا حق یہ ہے کہ ان کے ذکر کرتے وقت التزام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہا جائے اور ان کے حق میں رحمت اور مغفرت کی ہمیشہ دعائیں کی جائے۔

۵- صحابہ کا پانچواں حق یہ ہے کہ حضرات صحابہ کے درمیان جو آپسی اختلاف ہوئے اور جنگیں ہوئیں اس پر مکمل خاموشی اور سکوت اختیار کیا جائے نہ تحقیق کے نام پر اور نہ کسی اور بہانے سے ان پر جرح کی جائے؛ بل کہ کامل سکوت اختیار کرنا واجب اور بنیادی حق ہے۔

۶- تاریخ اور سیر کی کتابوں میں جو بھی باتیں اور واقعات ایسے ذکر کیے گئے ہیں، جس سے صحابہ کے کردار پر آنچ آتی ہو اس کو لوگوں کے درمیان عام نہ کیا جائے اس لیے کہ روافض خوارج وغیرہ فرق باطلہ نے بے شمار من گھڑت واقعات اور باتوں کو بلا سند ان کی طرف منسوب کر دیا ہے، ایسی بے بنیاد باتوں کے پھیلانے کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے؛ بل کہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کو مول لینا ہے اس طرح کی حرکت سے۔

۷- ساتویں اور آخری حق صحابہ کا امت پر یہ ہے کہ وہ مسلمان اور مومن ہونے کے ناطے یہ اعتقاد رکھے کہ صحابہ کو برا بھلا کہنا حرام ہے اور ان پر لعنت کرنا یہ اکبر الکبائر میں سے ہے اس لیے کہ جب اللہ نے ان کی تعریف کر دی تو میں اور آپ کون ہو جو ان کی برائی کریں!! خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاف الفاظ میں صحابہ کو برا بھلا کہنے سے روکا اور کہا کہ یہ حرکت گویا ان پر ظلم اور تعدی کے مترادف ہے۔

(حقوق الصحابہ علی الامۃ موقع الاکولہ)

غرض یہ کہ حضرات صحابہ پر اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے کیوں کہ ان کی شان کچھ ایسی نرالی ہے ان کی عظمت شان کا اندازہ آپ اسی سے لگا سکتے ہیں، ان انفرادی خصوصی اور اجتماعی وعام فضیلت کو بیان کرنے سے لے کر قرآن جیسے مقدس ترین کتاب میں تقریباً ۱۰۰ر آیتیں ہیں طوالت کی ڈر سے آیتوں کو ذکر کرنا تو ممکن نہیں؛ البتہ سورت اور آیت نمبر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سورۃ	آیت نمبر	سورۃ	آیت نمبر	سورۃ	آیت نمبر
الفتح	۲۹	الانفال	۶۲-۶۳	آل عمران	۲۰
//	۱۸-۲۱	//	۶۴	مزمل	۲۰
توبہ	۱۰۰	//	۷۴	آل عمران	۶۸-۷۴
حدید	۱۰	البقرۃ	۲۸۵-۲۸۶	//	۷۹-۸۰
توبہ	۱۱۷	//	۱۳۶-۱۳۷	//	۱۰۲
الحجرات	۷-۱۰	//	۱۳-۱۵	//	۱۱۰
الانعام	۵۲	//	۱۴۳	//	۱۲۱-۱۲۶
//	۵۴	//	۲۷۳-۲۷۴	//	۱۵۲

اداریہ

الکہف	۲۸	النور	۳۷	//	۱۵۵
.....	.....	.....	.....	//	۱۶۴
.....	.....	.....	.....	//	۷۴-۱۷۲
آل عمران	۱۹۵-۱۹۳	التوبۃ	۱۱۱	الزمر	۱۸-۱۷
النساء	۵۱	التوبۃ	۱۱۳	//	۳۵-۳۳
//	۸۴	//	۱۲۲-۱۱۹	محمد	۲
//	۸۹-۸۸	ہود	۱۱۲	//	۱۷-۱۶
//	۹۶-۹۴	الحجر	۸۸	الفتح	۵-۴
//	۱۱۵	النحل	۳۱-۳۰	//	۲۰
//	۱۶۲	//	۴۲-۴۱	//	۲۶
المائدۃ	۳	//	۱۱۹	الحجرات	۳
//	۶	الحج	۴۱-۳۸	الحدید	۹
//	۷	//	۵۴	الصّف	۱۳-۱۰
//	۱۱	النور	۵۹-۵۸	الجمعۃ	۴-۲
//	۵۶-۵۵	//	۱۱	المنافقون	۸-۷
//	۸۴-۸۳	//	۲۶-۲۲	الملک	۲۹-۲۸
الحج	۷۸	الاحزاب	۶	الحشر	۱۰-۸
المائدۃ	۱۰۲-۱۰۱	//	۳۵-۲۸	.....	.....
الاعراف	۱۵۷	//	۵۹	.....	.....
الانفال	۹	النور	۵۵	.....	.....
//	۱۱	//	۶۲	.....	.....

//	۱۲	الشعراء	۲۱۴-۲۱۵	.....	.....
//	۱۷	//	۲۱۷-۲۱۹	.....	.....
//	۶۵-۶۶	العنکبوت	۴۹	.....	.....
التوبۃ	۱۴-۱۵	البقرۃ	۱۴۰	.....	.....
//	۱۹-۲۲	السجدۃ	۱۵-۱۷	.....	.....
//	۲۵-۲۶	الاحزاب	۹-۱۱	.....	.....
//	۷۹	//	۲۲-۲۷	.....	.....
//	۸۸-۸۹	//	۵۰	.....	.....
//	۹۱-۹۲	الزمر	۹-۱۰	.....	.....
//	۱۰۵	.....	.....	.....	.....
//	۱۰۷-۱۰۸	.....	.....	.....	.....

یہ تو شان صحابہ میں قرآنی آیات ہیں اور احادیثِ فضائل الصحابہ تو بے حد وحساب ہیں۔ اب ان سب امور کے بعد کیوں صحابہ کے مشاجرات کے مسئلہ کو موضوع بحث بناتے ہیں؟؟ ہمارا اس میں کیا فائدہ ہے؟؟ حضرت امام غزالیؒ فرماتے تھے میں قضیہ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما سوچتے ہوئے سوگیا، تو میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی میدان حشر میں حساب وکتاب چل رہا ہے اور قضیہ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی باری آئی تو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آپس میں کچھ گفت وشنید ہوئی حضرت امیر معاویہؓ میرے قریب سے گزرنے لگے تو میں نے روک کر سوال کیا کہ کیا فیصلہ ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: ''رب رحیم وخصیم کریم'' کہ میرا رب رحمت کا مالک اور میرا مدِ مقابل جود وکرم کا سمندر ہے، تو میں نے کہا کہ جب اللہ نے انہیں معاف کردیا اور مدمقابل نے بھی، تو ہم کیوں اپنی آخرت خراب کریں۔ ان کے بارے میں زبان درازی کرکے۔

اللہ ہمارے دلوں کو عشق صحابہ سے لبریز کردے اور ہمیشہ صحابہ پر اور انبیا پر جرح کرنے سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہم سے راضی ہوجائے۔ آمین یارب العالمین!

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقامِ صحابہ

حقائق اور دلائل کی روشنی میں

بقلم: محمد معاویہ سعدی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

اہلِ بیت اَطہار کی محبت کے پہلو بہ پہلو: حبِّ صحابہ، عظمتِ صحابہ اور اتباعِ صحابہ کا فکر وعقیدہ: قرنِ اول ہی سے ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کا وہ تمغۂ امتیاز ہے، جس کے ذریعے اُن کا دامنِ اعتدال: اِفراط وتفریط کی دونوں انتہاؤں سے بچتے ہوئے نکلتا ہے۔

مگر حالات وانقلابات کے تناظر میں اِس کمالِ اعتدال کی خصوصیت کا بار بار استحضار، اور تکرار کرتے رہنا بھی ضروری ہے، اِسی لیے یہ سطور لکھی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ہم سب کے لیے نافع، اور فتنوں کے لیے دافع بنائیں، **وباللّٰہ التوفیق، وھو المستعان.**

صحابہ کون؟:

لفظِ ''صحابہ'': صحابی کی جمع ہے، جو صحبۃ، اور مصاحبت سے مشتق ہے، لغت میں ہر وہ شخص جو سفر یا حضر میں کسی کے ساتھ ایک لمحہ بھی رہ لے، تھوڑا بھی وقت گذار لے، وہ اُس کا صاحب اور مصاحب ہو جاتا ہے، اِسی لغوی معنی کی رعایت کے ساتھ اِمام احمدؒ، امام ابن المدینیؒ وغیرہ ائمۂ محدثین صحابی کی یہ تعریف کی ہے:

مَن صحب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم سنةً، أو شهراً، أو يوماً، أو ساعةً، أو رآه، فهو من أصحابه. (الكفاية ص ٥١، وفتح المغيث ٤/٧٨).

(جو ایک سال، یا ایک ماہ، یا ایک دن، یا ایک لمحہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہو، یا صرف آپ کو دیکھ ہی لیا ہو، وہ بھی صحابی ہے)۔

حافظ ابن الصلاح نے ''مقدمۃ'' ص ۲۹۳ میں، حافظ زین الدین العراقی نے ''التقیید والإیضاح'' ص ۲۹۱ میں، اِسی کے قریب قریب تعریف ذکر کی ہے، اور امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' ۱/۵۱۵ میں **باب فضائل أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم** کا باب قائم فرما کر، اِس طرح تعریف فرمائی ہے: **من صحب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، أو رآه من المسلمين، فهو من أصحابه۔**

حافظ ابن حجرؒ نے ''الإصابة في تمييز الصحابة'' کے مقدمہ میں، حافظ سخاویؒ نے ''فتح المغيث'' ۴/۸۷ میں، حافظ سیوطیؒ نے ''تدريب الراوي'' ۲/۶۶۷ میں، مذکورہ بالا تعریف کو جمہور فقہاء، محدثین اور اصولیین کی طرف منسوب کرتے ہوئے، دو وضاحتوں کے ساتھ، درست قرار دیا ہے: پہلی وضاحت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس نے اِسلام کی حالت میں دیکھا ہو۔ دوسری وضاحت یہ کہ اسلام ہی پر اس کی موت ہوئی ہو۔

علامہ سخاویؒ نے صحابی کی اسی تعریف کو محققین کے نزدیک راجح اور مختار قرار دیا ہے، اِس کے علاوہ دیگر حضرات کے بھی پانچ مختلف اقوال ذکر کیے ہیں، مگر ان سب کو شاذ قرار دیا ہے۔

اور بعض حضرات نے اِن اقوال میں یہ تطبیق بھی دی ہے کہ ایک تو ہے مطلق شرفِ صحابیت، وہ تو ایمان کی حالت میں بس ایک نظر سے بھی حاصل ہو جاتا ہے، اور وہ اتنے ہی سے تقوی وعدالت اور خلوص للّٰہیت کے اُس مقامِ بلند پر پہنچ جاتا ہے کہ بعد میں آنے والے تمام لوگوں پر اُس کا ادب واحترام لازم ہو جاتا ہے، اور اُس کی حدیث وروایت معتبر ہو جاتی ہے۔ (فتح المغیث)

اور ایک ہے کسی صحابی کا بعد والوں کے لیے مقتدا اور لائقِ اتباع ہونا، تو یہ شرف یقیناً اُسی کو حاصل ہوگا جو کچھ نہ کچھ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور خدمت میں رہا ہو، اور آپ سے دین کو سیکھا اور سمجھا ہو۔

اِن تفصیلات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جس خوش نصیب کو اِیمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے، وہ صحابی ہے، اُمت پر اُس کا ادب واحترام لازم ہے، اِس کی تائید اِس روایت سے بھی ہوتی ہے: ''لاتَمَسُّ النارُ مسلماً رآني'' (ترمذی: ۵۸۳۸)۔

صحابہ کے طبقات:

پھر علماء نے قرآن واحادیث میں وارد مختلف نصوص کی روشنی میں، سوابق اور غزوات ومشاہد میں شرکت کے اعتبار سے صحابہ کے طبقات بھی قائم فرمائے ہیں، جن میں: ایک طبقہ سابقینِ اولین کا ہے، ایک دارِ ارقم سے باہر آنے کے بعد اِسلام لانے والوں کا، ایک بیعتِ عَقَبہ میں شریک انصار کا، پھر غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں کا، پھر بیعتِ رضوان میں شریک حضرات کا، جن میں سیدنا حضرت مغیرہ بن شعبہ بھی ہیں، پھر فتحِ مکہ سے پہلے اِسلام لانے والوں کا، جن میں حضرت عمرو بن العاص اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔

پھر فتحِ مکہ کے موقع پر اِسلام لاکر غزوۂ حنین، یا غزوۂ تبوک میں شرکت کرنے والوں کا، جن میں سیدنا حضرت ابوسفیان، اُن کے دو قابلِ فخر فرزند: معاویہ ویزید، عم زادۂ رسول ابوسفیان بن الحارث، صفوان بن امیہ، اور عکرمہ بن ابی جہل، رضی اللہ عنہم اجمعین، وغیرہم ہیں۔

اِن کے علاوہ پھر وہ حضرات ہیں جو بطور وفد کے آپ کی خدمت میں آئے، اور دو چار مجلسوں میں شریک ہوکر، اکتسابِ فیض فرمایا، اور واپس چلے گئے، آخری طبقہ اُن صحابہ کا ہے جو صرف حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (فتح المغیث وتدریب الراوی وغیرہ)۔

سیدنا حضرت انسؓ وغیرہ سے جو ''اَصحاب'' اور ''اَعراب'' کا فرق منقول ہے، وہ اِن ہی طبقات کے فرقِ مراتب کے تناظر میں ہے۔

مقامِ صحابہ:

بلحاظِ فرقِ مراتب، مذکورہ بالا تمام طبقات کے صحابہ کے بارے میں: ہمارا اور تمام اہل حق کا اِجماعی عقیدہ یہ ہے کہ زمین وآسمان کی نگاہوں نے انبیاء علیہم السلام کے بعد ان سے زیادہ مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں دیکھے، حق وصداقت کے اِس مقدس قافلے کا ہر فرد اِتنا بلند کردار اور نفسانیت سے اس قدر دور تھا کہ انسانیت کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، اور اگر کسی سے کبھی کوئی لغزش ہوئی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما کر ان کے جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا ہے۔

اہلِ بیتِ اَطہار کی محبت وعظمت کے ساتھ ساتھ، حُبِّ صحابہ، عظمتِ صحابہ، اور اِتباعِ صحابہ بھی: اہلِ حق کے فکر وعقیدہ کا حصہ، اور ان کے مسلک ومذہب کی پہچان ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بحیثیتِ مجموعی ''معیارِ حق'' تسلیم کرنا، اہل السنۃ والجماعت کا نشانِ اِمتیاز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کی اِس مقدس جماعت کے اِیمان وعقیدہ، فکر وعمل، تقویٰ وطہارت، عدالت ودیانت اور صدق وامانت کی گواہی دیتے ہوئے صاف لفظوں میں اِعلان فرمادیا ہے: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ [الحجرات: ۷] (یقیناً اللہ نے اِیمان تمہیں محبوب بنادیا ہے اور اس کو تمہارے قلوب میں سجادیا ہے، اور کفر، فسق اور عصیان تمہیں ناگوار کردیا ہے)۔

اور ارشاد ہے: ''اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ'' (الحجرات: ۳) (یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ نے تقویٰ کے لیے آزمالیا ہے، ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت ہے)۔

کہنے والے کہہ سکتے تھے کہ یہ سب فضیلتیں اور خدائی وعدے صرف سابقین اولین اور مشاہیر صحابہ کے لیے ہیں، آخر آخر میں اسلام لانے والے اور مختصر مدت کا شرفِ صحبت حاصل کرنے والے ان فضائل کے مستحق اور ان وعدوں کے مخاطب نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اہل تشکیک وتلبیس کے لیے اس کا کوئی موقع باقی نہیں رہنے دیا، اور نہایت وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا: "لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ "(الحدید:۹)(فتح مکہ سے پہلے اسلام لاکر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کے برابر وہ لوگ نہیں ہوسکتے جنہوں نے یہ قربانیاں فتح مکہ کے بعد پیش کی ہیں، فتح مکہ سے پہلے کے لوگوں کا مرتبہ بہر حال بڑھا ہوا ہے، مگر اللہ نے "حسنیٰ" کا وعدہ دونوں ہی سے کر رکھا ہے):

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود　　لیک بس عالیست پیش خاک بود

(آسمان اگرچہ عرش کی بہ نسبت پست ہے، مگر ایک خاک کے ٹیلے کے سامنے تو بہت بلند ہے)

پھر جن لوگوں سے اللہ نے "حسنیٰ" کا وعدہ کرلیا ہے، اُن کی مغفرت، نجات اور جنت یقینی ہے، حتی کہ وہ سزا بھگتنے کے لیے بھی جہنم میں نہیں جائیں گے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ [الانبیاء:۱۰۱] (بے شک جن لوگوں سے ہماری طرف سے حسنیٰ کا وعدہ ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے)۔

اسی لیے "لا تمسُّ النارُ مسلماً رآني "(ترمذی:۵۸۳۸)(جس نے اسلام کی حالت میں مجھے دیکھ لیا اُسے آگ نہیں چھوئے گی) جیسی احادیث بلحاظِ مضمون بالکل صحیح ہیں۔

اسی طرح ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک (غزوۂ عسرت) میں شرکت کرنے والوں کی مغفرت کی بھی بشارت دی ہے (التوبۃ:۱۱۷)۔ اور یہ معلوم ہے کہ غزوۂ تبوک فتح مکہ کے بعد، سنہ ۹ھ میں پیش آیا تھا۔

صحابہ کی لغزشیں اور جمہورِ اُمت کا موقف:

"عصمت" یقیناً انبیائے کرام (یا ملائک) علیہم السلام کی خصوصیت ہے، ان کے علاوہ کوئی بھی فرد بشر لغزش کے امکانات سے محفوظ نہیں، مگر یہ خطا اور لغزش جس کی جناب میں صادر ہو رہی ہے جب وہی معاف کرنے کے لیے تیار ہے، اسی کی طرف سے رضا وخوشنودی کا پروانہ عطا ہو رہا ہے تو ہمہ شما کون ہوتے ہیں اس پر اعتراض کرنے والے؟!۔

۱-سیدنا حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے بظاہر اتنی بڑی غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کے جنگی راز کو افشاء کرنے کی کوشش کی، جرم پکڑا گیا، اقبال بھی فرمالیا، سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے اختیار اٹھے اور گردن مارنے کی اجازت طلب کی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''یہ بدری صحابی ہیں، اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے: ''**اعملوا ما شئتم فقد غفر الله لكم**'' (بخاری: ۳۹۸۳، مسلم: ۴۴۹۴) (اے اہل بدر! جو چاہو کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے سب گناہ معاف فرماچکا ہے)۔

۲-سیدنا حضرت ماعز الاسلمی اور ایک غامدیہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے از راہِ بشریت زنا کا گناہ سرزد ہوگیا تھا، خود ہی آ کر بارگاہِ نبوت میں باصرار، اقرار و اعتراف فرمایا، اور نتیجتاً سنگسار کردیئے گئے، بعض صحابہ کی زبان سے ان کے بارے میں کوئی سخت جملہ نکل گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا، آپ نے سختی سے نکیر فرمائی، اور حضرت ماعز اسلمیؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''**لقد تاب توبةً لو قُسمت بين أمة لوسعتهم**'' (ابوداود ۲/۶۰۸)۔

اور غامدیہ صحابیہؓ کے بارے میں ارشاد ہوا: ''**لقد تابت توبةً لو قُسمت بين سبعين من أهل المدينة لوسعتهم**'' (ابوداود ۲/۶۰۹) کہ ان دونوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ ایک پوری قوم اور نسل پر بھی تقسیم کی جائے تو سب کے لیے کافی ہوجائے۔

اور ایک روایت میں حضرت ماعزؓ سے متعلق یہ بھی اضافہ ہے کہ ''وہ اس وقت جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں'' (سبحان اللہ!)۔

۳-عبداللہ نام کے ایک صحابی ہیں، اُن کو اُن کی ظریفانہ اور پُر لطف عادات کی وجہ سے صحابہ آپس میں ''حمار'' کہا کرتے تھے، ان کو شراب کی عادت تھی، چھوٹ نہیں رہی تھی، بار بار بارگاہِ رسالت میں لائے جاتے، کوڑے لگتے، مگر وہ عادت نہیں گئی، ایک صحابی نے جذبات میں آ کر ان پر لعنت بھیج دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا، فوراً ہی تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''جہاں تک میں جانتا ہوں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہی کرتا ہے'' (بخاری ۲/۱۰۰۲)۔

اِنسان سے غلطی کا ہوجانا، یہ کوئی مستبعد بات اور قابلِ تعجب اَمر نہیں، دیکھنے کی اہم چیز یہ ہوتی ہے کہ غلطی کرنے والا انسان ہے کون؟ پھر اُس نے اپنی غلطی کا تدارک کیسے کیا ہے؟ اسی سے اس کا مرتبہ پہچانا جاتا ہے: ''**كلُّكم خطاؤون، وخير الخطائين التوابون**'' (خطا تو تم سب ہی سے ہوتی ہے، مگر بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ بھی کرلیتے ہیں)۔ (ترمذی: ۲۴۹۹، وابن ماجہ: ۴۲۵۱)۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاں بتقاضائے بشریت غلطیوں کے انہی امکانات کی بناء پر بعد والوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ اُن کے لیے اور اپنے لیے یہ دعا کیا کرو:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالإِيمَانِ، وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا، رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ [الحشر:۱۰] (اے ہمارے رب! مغفرت فرما دیجیے ہماری بھی اور ہمارے اُن بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے گذر چکے، اور نہ رکھیے کھوٹ ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے، اے رب! آپ تو بڑے مہربان اور رحم والے ہیں)۔

یہ لغزشیں کیوں معاف ہیں؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح کی لغزشوں کے صدور سے متعلق اہلِ حق کا فکر وعقیدہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت ذیل کی تفصیلات سے ہوتی ہے:

۱- صحابہ سے ایسی غلطیوں کے سرزد ہو جانے کے باوجود اللہ و رسول کی اُن سے رضامندی اور خوشنودی کے مضمون کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے (اپنے ایک وعظ ''فوائد الصحبۃ'' میں) بہت عام فہم انداز میں سمجھایا ہے، فرماتے ہیں:

''.....تو صحابہ کرام کی محبت کا یہ عالم تھا، اور اس محبت کا مقتضا یہ بھی ہے کہ صحابہؓ کی زلات (ولغزشات) بالکل معاف ہوں، دیکھئے! اگر کسی جانثار خادم سے کبھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو اس کی پرواہ بھی نہیں کیا کرتے، ابھی حال میں ایک واقعہ ہوا کہ ایک صاحب کے بدن میں ایک گہرا زخم ہو گیا تھا، ڈاکٹر نے دیکھ کر کہا کہ اس زخم میں اگر آدمی کا گوشت لے کر بھرا جائے تو یہ برابر ہو جائے، ان صاحب کا ایک نوکر موجود تھا، کہنے لگا کہ میری ران میں سے جس قدر گوشت کی ضرورت ہو لے لیا جائے۔

اب بتلائیے کہ اگر اس خادم سے کبھی کوئی سرسری لغزش ہو جائے تو کیا وہ آقا اس پر مؤاخذہ کرے گا؟ ہرگز نہیں! پس یہی وجہ ہے کہ صحابہ پر طعن کرنا جائز نہیں۔

صاحبو! جو مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں اور جتنی لغزشیں ہوئی ہیں، اگر ان سے دس حصہ زیادہ ہوتیں وہ بھی معاف تھیں، غضب کی بات ہے کہ آپ اپنے کو قدرداں سمجھتے ہیں کہ وفادار، جاں نثار کی لغزش کو قابل معافی سمجھتے ہیں، اور خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا بھی قدرداں نہیں سمجھتے!!۔

اسی لیے ہم بلا تأمل کہتے ہیں کہ ''الصحابة كلهم عدول'' (صحابہ سب کے سب عادل ہیں)، اور اس پر اعتماد رکھتے ہیں: ''لا تمس النار من رآني'' (جس شخص نے ایمان کی حالت میں مجھے دیکھا اور ایمان ہی پر مر گیا، تو اُسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی)۔

اور اگر صحابہ کے بعض اقوال زلت (اور لغزش) ہیں تو ہم اُن کی نسبت کہیں گے:

خون شہیداں ز آب اولیٰ ترست ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست

(شہیدوں کا خون پانی سے اَولیٰ تر ہے، یہ خطا اور غلطی، سو درستگی سے زیادہ بہتر ہے)

۲- صحابۂ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین کی زلات ولغزشات کی توجیہ میں بعض شراحِ حدیث نے ایک عجیب مضمون بیان فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کو ایسی شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا تھا جس کو قیامت تک کے لیے جاری اور ساری ہونا تھا، تو جو افعال واعمال شانِ نبوت کے لائق تھے اُن کے عملی نمونہ کا ظہور تو آپ کی ذات گرامی سے ہوا، اور جن اعمال کا صدور شانِ نبوت کے منافی تھا اس کے عملی نمونہ کے لیے صحابۂ کرام کی جماعت کا انتخاب کیا گیا، جیسا کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے: "اختارهم الله لصحبة نبيه وإقامة دينه" [جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر: ۱۸۱۰] (ان کا انتخاب ہی ہوا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور دین کے قیام کے لیے)۔ اور پھر تکوینی مصلحتوں کے تحت اُن میں سے جس سے جس ایسے اعمال کا صدور کرایا گیا اُس کو پروانۂ مغفرت اور رضامندی عطا فرما کر، اُس کی اِس عظیم الشان قربانی کا بہترین صلہ دے دیا گیا"۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح صحابۂ کرام نے اقامتِ دین اور نصرتِ اسلام کے لیے اپنی قیمتی جانوں، اور گھر کے اسباب اور اثاثوں تک کا نذرانہ پیش کیا، اسی طرح راہِ خدا میں اپنی عزت وآبرو بھی قربان کردی، فرضي الله عنهم، ورضوا عنه۔

مشاجراتِ صحابہ:

۳- یہیں سے "مشاجراتِ صحابہ" کا مسئلہ بھی حل ہوجاتا ہے، کہ آپسی اختلاف اور تنازع کی کسی بھی شکل کا زمانۂ نبوت میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لیے کہ آپ سے اختلاف کرنے والا تو کافر ہوجاتا، اور اُلجھے ہوئے آپسی تنازعات کے مسئلے کے لیے اُمت کو ایک عملی نمونہ کی ضرورت بہرحال تھی، اِس لیے اُس کا ظہور اس وقت ہوا جب اسلام کی ساری بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہوچکی تھیں، چنانچہ مشاجراتِ صحابہ کے اِن واقعات سے بھی اُمت کو یہ اہم شرعی تعلیمات حاصل ہوئیں کہ:

أ: حفاظتِ حق کے لیے آپس میں تلوار بھی چلانی پڑے تو وہ بھی مطلوب ہے، جیسا کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور اصحابِ جمل اور صفین رضی اللہ عنہم نے یہ اقدام فرمایا، کہ ہر فریق خود کو حق پر، اور دوسرے کو خلافِ حق پر سمجھتے ہوئے، اُس کے خلاف قتال کو جائز سمجھ رہا تھا۔

اسی سے اُس طبقے کی غلط فہمی کا اِزالہ ہوجاتا ہے جو ''اُمت کے اتحاد'' کے خوش نما عنوان سے حق و باطل میں خلط کرنا چاہتا ہے، اور اہلِ حق کو یہ طعنہ دیتا ہے کہ یہ لوگ اُمت میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے ہم سے اِتفاق کے لیے تیار نہیں ہوتے، صحابۂ کرام، بالخصوص سیدنا حضرت علیؓ نے اپنی بے مثال عزیمت واستقامت کے ذریعے اُمت کو یہ پیغام دیا ہے کہ سمجھوتہ ''حق کا اطمینان'' کرکے کیا جاتا ہے، مطلق اتحاد مطلوب نہیں۔

اور یہیں سے اُن حضرات کی غلط فہمی بھی دور ہوجاتی ہے جو ہر موقع کے لیے نرمی، خوش اَخلاقی اور تحمل وبرداشت کی تعلیم دیتے ہیں، حالاں کی یہ سب اُمور ''دعوتی اُسلوب'' کے تحت آتے ہیں، ''حفاظتی اُصول'' کے تحت نہیں۔

ب: ایسے اُلجھے ہوئے معاملات میں جب تک کسی ایک جانب میں حق اچھی طرح واضح نہ ہوجائے جب تک کسی حلقے یا شخصیت کا فریق نہیں بننا چاہیے، جیسا کہ مشاجرات کے اِس مسئلے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت نے یہی طرزِ عمل اِختیار فرمایا، اور جب حق واضح ہوجائے تو بقدر استطاعت اہلِ حق کا ساتھ دینا چاہیے جیسا کہ دیگر صحابہ نے کیا، کہ بعض نے حضرت علیؓ کو حق پر سمجھا، آپ کا ساتھ دیا، اور بعض نے پہلے حضرت عائشہؓ کو، اور پھر حضرت امیر معاویہؓ کو حق پر سمجھ کر آپ کا ساتھ دیا۔

ج: آپسی اختلافات کا دائرہ آپس ہی میں محدود رہنا چاہیے، اس کی وجہ سے دشمنوں کو کسی طرح کا موقع نہیں ملنا چاہیے، جیسا کہ جب عین جنگ کے شباب کے وقت قیصر روم (عیسائی بادشاہ) نے اسلامی سرحدوں پر لشکر کشی کا ارادہ کیا، سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو حضرت نے فوراً ہی اُسے مخاطب کرتے ہوئے وہ اِیمان اَفروز خط لکھا جو آج بھی اِسلام کی زریں تاریخ کا سنہری باب ہے، خط کا مضمون یہ ہے:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اِسلامی سرحد پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہو، یاد رکھو! اگر تم نے ایسا کیا تو میں اپنے ساتھی (حضرت علیؓ) سے صلح کرلوں گا، اور تمہیں تمہارے علاقے سے بھی نکال باہر کروں گا، اور روئے زمین کو اُس کی وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ کردوں گا'' (البدایہ والنہایہ ۱۳۸/۸)

د: فروعی مسائل اور سیاسی انتظامات میں پیش آنے والے اِجتہادی اختلافات کا حکم الگ ہوتا ہے، اور مسلمہ اُصول وعقائد سے اِنحراف کا حکم الگ ہوتا ہے، کفر، بدعت اور ضلالت وغیرہ کی اصطلاحات اُصولی انحرافات کرنے والوں کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، فروعی، سیاسی اور انتظامی مسائل میں اِختلاف کرنے والوں کے لیے نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر سیدنا حضرت علیؓ نے اصحابِ جمل کے بارے میں فرمایا کہ ہم اور وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمارے ہی بارے میں ارشاد فرمائیں گے: ﴿ونَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِن غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ﴾ [الحجر: ۴۷، تفسیر ابن کثیر] (اور ہم نے ان کے دِلوں کے کھوٹ دور کر دیئے، اَب وہ بھائی بھائی بن کر ایک ایک دوسرے کے سامنے مسہریوں پر بیٹھے ہیں)۔

اس کے برخلاف آپ نے ''خوارج'' سے جنگ کی بنیاد: کتبِ صحاح میں وارد اُن متواتر احادیث اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیشین گوئیوں کو قرار دیا تھا جن میں ایک ایسے فرقے کے وجود میں آنے کی خبر دی گئی تھی جو دین سے اس طرح نکل جائے گا جس طرح تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے۔

• حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت اور فرقۂ خوارج کے مابین یہی وہ فرق بھی ہے جس کی بنا پر اُمت نے اول کے اختلاف کو اجتہادی اختلاف، اور ''مشاجرہ'' سے تعبیر کیا ہے، اور ثانی کے اختلاف کو خروج، بغاوت اور شقاق وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے، حضرت امیرؓ کے لشکر کو ''جماعت'' کہا جاتا ہے، اور خوارج کے لشکر کو ''فرقہ'' کہا جاتا ہے۔

اور اِس فرق کے لیے جمہور کے سامنے دو مشہور حدیثیں بھی ہیں:

(۱) پہلی حدیث: **تمرق مارقة عند فُرقة من المسلمين تقتلهم أولى الطائفتين بالحق** [مسلم ۱/۳۴۳، و بخاری ۲/۱۰۴۴] (مسلمانوں کے باہمی اختلاف کے وقت ایک فرقہ امت سے نکل جائے گا اور اس کو امت کی وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے زیادہ قریب ہوگی)۔

اِس میں اہلِ حق کی دونوں جماعتوں پر ''طائفہ'' کا اِطلاق کیا گیا ہے، جب کہ خوارج کے لیے ''مارقہ'' کا لفظ اِستعمال ہوا ہے، مارقہ: اُس تیر کو کہتے ہیں جو شکار میں پیوست ہو کر دوسری جانب پار ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ خوارج کا فرقہ: اُمت کے عام جادہ اور شاہ راہ سے ہٹا ہوا تھا، اور صحابہ کا اِختلاف آپسی اختلاف تھا۔

(۲) دوسری حدیث میں ہے: ''**إن ابني هذا يُصلِح الله به بين طائفتين عظيمتين من المسلمين**'' [بخاری ۱/۳۷۳] (حضرت حسنؓ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے اِس بیٹے کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائیں گے)۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں اہلِ حق میں سے ہی ہیں، اور دونوں کی جماعتیں مسلمانوں ہی کا طائفہ ہیں۔

بخاری (۳۶۰۹) ومسلم (۱۵۷) کی ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمانوں کی دو ایسی عظیم جماعتوں کے درمیان آپس میں سخت قتال پیش نہ آ جائے، جن دونوں کا دعوی ایک ہی ہوگا: **لا تقوم الساعة حتى يقتتل فئتان، فيكون بينهما مقتلة عظيمة، دعواهما واحدة**

علماء نے لکھا ہے کہ "مشاجرہ" شجر سے ماخوذ ہے، جس طرح درخت کی شاخوں میں تشعُّب (شاخ در شاخ کا سلسلہ) ہوتا ہے، کہ ان کی سب کی اصل اور جڑ ایک ہوتی ہے، اور اوپر جا کر وہ سب الگ الگ ہو جاتی ہیں، اور یہ چیز درخت کے لیے باعثِ حسن اور وجہِ کشش ہوتی ہے، نہ کہ سببِ بدنمائی۔ اِسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سیاسی اختلافات بھی شجرۂ نبوت سے پھوٹنے والی زریں شاخوں کی طرح "رحمت" قرار دیئے گئے ہیں: ﴿أصلها ثابت وفرعها في السماء﴾۔

الفئۃ الباغیۃ:

یہاں ایک مشہور حدیث کی وضاحت بھی ضروری ہے جو بخاری ومسلم وغیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے سیدنا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انہیں "الفئۃ الباغیۃ" قتل کرے گی، بعض طرق میں یہ اضافہ بھی ہے کہ "یہ تو انہیں جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف"۔

اس حدیث میں واضح اور صاف لفظوں میں اُس جماعت کو "باغی جماعت" کہا گیا ہے جس کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش آئے گی، اِسی حدیث کی بنیاد پر جمہور اہل السنۃ والجماعۃ نے مشاجراتِ صحابہ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کو قطعی طور پر درست قرار دیا ہے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِجتہاد کو خطا پر محمول کیا ہے، پھر چوں کہ اہلِ حق کے یہاں دیگر اَحادیث کی بناء پر یہ بات طے شدہ ہے کہ مجتہد خاطی معذور ہوتا ہے، بلکہ ایک اجر کے ذریعے مأجور (مستحق اجر) بھی ہوتا ہے، اِس لیے جب وہ طلبِ حق کی سعی، حسنِ نیت اور جذبۂ صالح کی بناء پر موردِ اَجر وثواب ٹھہر رہا ہے، تو اُس پر سب وشتم اور تنقید وتبصرہ کے کیا معنی؟

(مستفاد از: شرح النووی وفتح الباری)

جہاں تک بات لفظِ ''الباغیۃ'' کی ہے تو اُس کے سلسلے میں چند نکات قابلِ توجہ ہیں:

۱: یہاں لفظِ ''باغیۃ'' طاعتِ امام سے عدول اور شقاق ونفاق کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ یہ وہ ''بغاوت'' ہے جس کا تذکرہ قرآنِ کریم کی اِس آیت میں ہے: ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا، فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ [الحجرات:۹] (اگر اہلِ ایمان کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو تم لوگ دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر کوئی ایک جماعت دوسری پر شرعی لحاظ سے زیادتی کرے تو اُس سے لڑو جو زیادتی کر رہی ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کو تسلیم کرلے)۔

یہ آیت انصار کے ایک آپسی مناقشے کے پس منظر میں نازل ہوئی تھی، امامِ زمانہ سے بغاوت کے تناظر میں نہیں، جس میں ناحق پر اِصرار کرنے والی جماعت کو ''باغی'' کہا گیا ہے، معلوم ہوا کہ لفظِ ''بغاوت'' کبھی آپسی تنازعات کے لیے بھی اِستعمال کیا جاتا ہے۔

۲: پھر سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی مذکورہ بالا حدیث پیش کی گئی تھی، اور غالباً حضرت کو اِس کا علم پہلے ہی سے بھی تھا، مگر آپ کے ذہن میں اِس کا مصداق وہ جماعت تھی جس نے ایک متفقہ امیر المؤمنین (سیدنا حضرت عثمانؓ) کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کرکے، اُن کو شہید کیا تھا، اور پھر (یہود وروافض پر مشتمل) اہلِ فتنہ کا یہی سازشی گروہ، یکے بعد دیگرے جنگِ جمل اور جنگِ صفین کا سبب بنا تھا، تو حضرت امیرؓ یہ سمجھ رہے تھے کہ اصل ''باغی گروپ'' تو وہ ہے جو اِن حالات کا راست طور پر ذمہ دار ہے۔

اِسی لیے جب آپ کے سامنے یہ حدیث پیش کی گئی تو آپ نے اپنے اجتہاد ہی کی بنیاد پر یہ بات فرمائی تھی کہ عمار کو ہم نے کہاں قتل کیا ہے؟ اُن کو تو اُن لوگوں نے قتل کیا ہے جو اُن کو یہاں لے کر آئے ہیں

(مسند احمد:۶۴۹۹)

وہ الگ بات ہے کہ حضرتؓ کے اِس اجتہاد کو جمہور نے خطا پر محمول کیا ہے، اور سیدنا حضرت علیؓ کے موقف کو صواب قرار دیتے ہوئے ''الباغیۃ'' کا مصداق حضرت امیرؓ ہی کی جماعت کو تسلیم کیا ہے، جیسا کہ اِس موقف کی تائید حدیث کے آخر میں موجود اُس زیادتی سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے: ''**يدعوهم إلى الجنة، ويدعونه إلى النار**'' [بخاری:۴۴۷] کہ اِس میں اِس باغی جماعت کا تقابل حضرت عمارؓ سے دکھایا گیا ہے، جب کہ اصل باغی گروپ کا براہِ راست نشانہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہؓ تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۳: حدیث کے بعض طرق میں موجود اس آخری جملے کا مطلب مشہور شارحِ بخاری حافظ ابن حجرؒ نے یہ لکھا ہے: **المراد بالدعاء إلى الجنة: الدعاء إلى سببها، وهو طاعة الإمام، وكذلك كان عمار يدعوهم إلى طاعة علي، وهو الإمام الواجب الطاعة إذ ذاك، وكانوا هم يدعون إلى خلافِ ذلك، لكنهم معذورون للتأويل الذي ظهر لهم .....وكانوا ظانين أنهم يدعون إلى الجنة، وهم مجتهدون، فلا لوم عليهم في اتباع ظنونهم** [۱/۴۵۲] (کہ حضرت عمارؓ تو اُن کو طاعتِ امام کی طرف بلا رہے تھے، اور یہی جنت کا راستہ ہے، جب کہ وہ حضرات اس کے خلاف کے داعی تھے، مگر بہر حال تاویل اور اجتہاد کی بناء پر ان کی ملامت نہیں کی جائے گی)۔

۴: کسی بھی لفظ کا ترجمہ کرتے ہوئے، اور مراد و مفہوم متعین کرتے ہوئے یہ پہلو بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ وہ کس کے بارے میں کہا گیا ہے؟ اور کس نے کہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں "**عصى**" اور "**غوى**" کے الفاظ کا اطلاق کیا ہے، کہیں "**ضالا**" کا لفظ آیا ہے، تمام مفسرین و مترجمین ایسے مواقع پر عصمتِ انبیاء کے لحاظ کے ساتھ ہی اس کی تفسیر و ترجمانی کرتے ہیں۔

اسی طرح اگر حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے بارے میں بھی کوئی ایسا سخت لفظ وارد ہو تو اُس کی ترجمانی ان کے شایانِ شان کی جائے گی، مثلاً حضرتِ عمارؓ جس طائفے کے ہاتھوں شہید ہوئے اُس میں بقول حافظ ابن حجرؒ صحابہ کی ایک جماعت شامل تھی، اُنہی میں فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاصؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی تھے، جو فتحِ مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے، لہٰذا ﴿وكلاً وعد الله الحسنى﴾ میں مذکور پہلے نمبر کے انعام کے مستحقین میں سے ہیں، پھر ترمذی (۳۸۴۴) وغیرہ میں ان کی منقبت میں بعض اَحادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔

اُن ہی میں حضرت امیر معاویہؓ جیسے صحابی بھی ہیں، جو کاتبینِ وحی میں سے ہیں، جو اسلام کے اولین بحری بیڑے کے سالار بن کر، خاص بشارتِ نبوی کے مستحق ٹھہر چکے تھے، جنھوں نے آئندہ قیصر روم کے پایۂ تخت شہر قسطنطنیہ پر حملے کے لیے پہلا اسلامی لشکر تشکیل دے کر، ایک اور بشارتِ نبوی کا اِستحقاق بھی حاصل کیا۔ تو اگر خدانخواستہ ازراہِ بشریت کچھ خطائیں تھیں بھی تو سب کی سب معاف ہو کر، معاملہ صاف ہو گیا۔

مگر یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ "گناہ" جس کی بارگاہ میں پیش ہوتا ہے، اُس کی طرف سے تو اس جماعت کو مغفرت کی خوش خبری مل رہی ہے، اور بعد میں آنے والے (بزعم خود) اہلِ تحقیق اور اِنصاف پسند لوگ اُن کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں!! (مابقیہ صفحہ نمبر.....۱۱۷)

تذکرہ ان کا.....کلام اللہ ترجمان جن کا

مولانا فاروق مدنی / استاذ تفسیر وحدیث جامعہ اکل کوا

صحابہ کرامؓ افضل المسلمین، قرآن حکیم کے مخاطبین اولین، خیر امم اور روح کائنات تھے۔ جنہیں اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ونصرت کے لیے چن لیا تھا۔ یہ وہ قدسی صفات نفوس ہیں، جن کے توکل وطہارت، صلاح وخیر، پاکبازی وراست گوئی اور حق شناسی کی تعریف خود اللہ تعالیٰ نے کی اور جن کی تربیت خود دست قدرت نے فرمائی ہے۔ وہ جہاں آپس میں اخوت وبھائی چارگی، مواساۃ وغمگساری، محبت ومودت، ایثار وقربانی میں رحماء بینہم کی شاندار تفسیر تھے۔ اور جہاں محامد ومکارم، اخلاق وعادات، اوصاف وکمالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل وبے مثال نمونہ تھے۔ وہیں اسلام کے خلاف چلنے والی بادسموم کے لیے آہنی دیوار، باطل کے مقابلہ کے لیے شمشیر بے نیام اور اشداء علی الکفار کی عظیم الشان اور نرالی تفسیر تھے۔ اور کیوں نہ ہوتے؛ انہیں ''معلم'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے، درس گاہ ''بیت اللہ'' اور نصاب ''کتاب اللہ'' ملی، ممتحن خود اللہ ملا اور ان کو سند رضی اللہ عنہ ملی، اولئک حزب اللہ ملی۔

اللہ نے صحابہ کرام کو مختلف طریقوں سے جانچا تھا۔ کبھی انہیں آگ کے دہکتے انگاروں پر لٹا کے جانچا، کبھی انہیں سخت دھوپ، زبردست گرمی میں تپتی ہوئے ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری بھاری چٹان رکھوا کے پرکھا، کبھی سولی پر لٹکا کے امتحان لیا، کبھی بدر میں تو کبھی احد میں، کبھی خندق میں تو کبھی خیبر میں، کبھی کسی میدان میں کبھی کسی میں چمکتی ہوئی تلواروں کی چھاؤں میں پرکھا اور جب اس میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کی تو قرآن کریم نے انہیں اولئک ھم المفلحون، اولئک ھم المھتدون، اولئک ھم الفائزون، اولئک ھم الراشدون، اولئک حزب اللہ اور اولئک ھم خیر البریۃ جیسے القاب سے پکارا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کے ستودہ صفات ہونے کو بیان کیا ہے اور سبھی کے خصوصی فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اور بلاریب جملہ حضرات صحابہ اس قابل ہیں کہ ان کے شمائل، اخلاق واطوار اور ان کے اعمال صالحہ واوصاف حمیدہ کو امت اپنے لیے مشعل راہ بنائے اور ان کی صحیح اتباع کر کے رضائے باری کی حقیقی دولت سے بہرہ ور ہو۔ اصحابی کالنجوم۔

یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تہذیب اور اخلاق فاضلہ کی بات تھی کہ بدوی اور اجڑ مزاج عرب کو اپنے قول وعمل سے ایسا بنا دیا کہ اللہ نے خود ان کی صلاح وتقویٰ میں تصدیق فرمادی۔

صحابہ کرام کے تقویٰ وطہارت، خشیت الٰہی، حسن عمل اور ثبات علی الدین اور دیگر خصائص ہی کی وجہ سے ان کے اقوال وافعال کو دلائل احکام شرعیہ کے باب میں ایک خاص مقام دیا گیا، جس کو اصول واصطلاح کی زبان میں تعامل صحابہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پھر صحابہ میں بھی استعداد اور صلاحیت کے اختلاف کی وجہ سے مقام ومناقب میں فرق ہے۔ صحابہ نے اپنی اپنی فطری صلاحیت واستعداد کے مطابق فیضانِ نبوت سے استفادہ کیا، اسی فرقِ مراتب کی بنیاد پر خلفائے راشدین کی اتباع کا بہ کثرت حکم دیا گیا۔

بہر حال صحابہ وہ جماعت ہیں، جن کی تعریف ہماری اور تمہاری تحریر کی محتاج نہیں، جن کا مقام ومرتبہ ہمارے زبان وقلم کا ضرورت مند نہیں، جن کی ثقاہت وشجاعت، اخلاص للّٰہیت، مقبولیت ومحبوبیت ہماری ثناخوانی سے بے نیاز ہیں، کیوں کہ جن کا تذکرہ، خود خالق کون مکان کرے، وہ بھی اپنے کلام کتاب اللہ میں، اور ایک جگہ اور ایک مرتبہ نہیں، ایک موقع اور ایک خصوصیت پر نہیں، جا بجا موقع بہ موقع مختلف انداز میں۔ کلام اللہ کی دسیوں آیات صحابہ کے تذکرے سے ان کے محامد ومحاسن سے بھری پڑی ہیں، مشتے نمونہ از خروارے کہ چند ایک پیشِ خدمت ہیں۔

تذکرہ صحابہ فرمانِ رحمان میں:

۱- ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ . (الحجرات: ۷)

۱- آیت کریمہ میں الکفر و الفسوق و العصیان تینوں چیزوں کی صحابہ کرام کے لیے کراہت ثابت کی گئی، جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کسی بھی قسم کے معصیت سے کوسوں دور رہتے تھے۔ اور اگر کبھی ان سے بشری تقاضے کے ناتے اجتہادی طور پر تشریعی حکمت کے پیشِ نظر کوئی خطا سرزد کروائی جاتی تھی تو بھی دستِ حق پرست فوری طور پر اس کی صفائی کرلیا کرتا تھا۔

۲-﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (آل عمران: ۱۰۱)

۲- آیتِ کریمہ میں تلاوت قرآن کی برکت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کو کفر کے منافی قرار دیا گیا ہے، اور یہ دونوں چیزیں صحابہ کرام کو بدرجۂ اتم حاصل تھیں۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھامنے والا صراط مستقیم تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور ان سے بڑھ کر اللہ کے سہارے کو تھامنے والا کون ہوسکتا ہے۔

۳-﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾. (الانفال: ۷۴)

۳-آیت کریمہ میں مجاہدین، مہاجرین اور انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو "مومن حقا" کا خطاب دیا اور مغفرت اور باعزت رزق کا مژدہ سنایا گیا ہے۔

۴-﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴾(الانفال: ۶۲)

۴-آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمت دلائی ہے اور اپنی اور صحابہ کرامؓ کی مدد سے آپ کو تقویت پہنچانے کا ذکر کیا ہے۔

۵-﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾(آل عمران: ۱۱۰)

۵-آیت کریمہ میں صحابہ کرام کو خیر امت کا مصداق اولین بتلایا گیا ہے، اور ان کا مشغلہ خاص نیکی کی تلقین اور برائی پر نکیر بتایا گیا ہے۔

۶-﴿ لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾(الحشر: ۸-۱۰)

۶-آیت کریمہ میں مہاجر صحابہ کے ایمانِ خالص اور طلب رضاء الٰہی کو ذکر کیا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ اور رسول کا مددگار بتایا گیا ہے۔ انہیں صادقین اور مفلحین کے لقب سے نوازا گیا ہے، اور انصار صحابہ کی صفت خاص ایثار کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور متاخرین کے متقدمین کے لیے دعاء مغفرت کا ذکر ہے اور دلوں کو بغض سے پاک رکھنے کی التجا ہے۔ نیز آیت کریمہ میں (بعد میں آنے والے) کو خاص ہدایت ہے کہ: کہ اپنے دلوں میں صحابہ کرام کے باب میں رتی برابر بھی کسی قسم کا کینہ تو کیا کوئی غلط فہمی یا خام خیالی کا تصور بھی قریب نہ ہونے دیں۔ اور جب ان کے دلوں میں یہ عقیدہ ہوگا اور صحابہ کرام کے باب میں صفائی قلب ہوگا، تب ہی جا کر وہ مفلحون و مومنون اور صادقون کی صفت سے متصف ہوں گے۔

۷-﴿ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ بَلٰٓى ۚ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ﴾ (آل عمران:۱۲۴-۱۲۵)

۷-آیتِ کریمہ میں ان ستودہ صفات شخصیات کی مدد کے لیے جنگِ بدر کے موقع پر فرشتوں کی جماعت کے اتارنے کا تذکرہ ہے۔

۸-﴿ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ○ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ (الانفال:۱۱-۱۲)

۸-آیت کریمہ میں اللہ نے صحابہؓ سے شیطانی گندگی یعنی وساوس کو دور کرنے کا ذکر کیا ہے۔

۹-﴿وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (الانفال:۱۷)

۹-آیت کریمہ میں صحابہ کو بہتر اجر عطا کرنے کا ذکر کیا ہے۔

۱۰-﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ (آل عمران:۱۳)

۱۰-اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں صحابہ کی نصرت کو بطور نشانی بیان کیا ہے اور عبرت کا سامان قرار دیا ہے۔

۱۱-﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران:۱۵۲)

۱۱-اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی معافی کا اعلان اور ان کے ساتھ اپنے فضل خاص کو بیان کیا ہے۔

۱۲-﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ﴾ (آل عمران:۱۷۲-۱۷۴)

۱۲-آیت کریمہ میں صحابہؓ کی جاں نثاری اور فرمانبرداری کو بیان کیا کہ زخم سے چور ہونے کے بعد بھی یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار رہے، اس بے مثال خوبی پر اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

۱۳-﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ (الفتح:۴-۵)

۱۳-آیت کریمہ میں صحابہ کرامؓ پر ازدیاد ایمان کے لیے نزول سکینت کا ذکر آیا ہے۔۵-میں صحابہ وصحابیات کے لیے جنت اور اس کی نعمت کی خوشخبری ہے اور ان سے برائیوں کو دور کرنے کا تذکرہ ہے اور اسے فوز عظیم بتایا گیا ہے۔

۱۴-﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا﴾ (الفتح:۱۸-۱۹)

۱۴-آیت کریمہ میں بیعت رضوان کا ذکر ہے، جس کا نام ہی رضوان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں ان صحابہ کو اپنی رضامندی کا پروانہ دے دیا۔

۱۵-﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾ (الفتح:۲۶)

۱۵-آیت کریمہ میں وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی کا لفظ "اَلْزَمَ" اہل علم کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔جس میں صحابہ کرام کا کلمہ تقویٰ اور صفت تقویٰ کا احق اور اہل ہونا بھی بیان کیا گیا۔نیز تقویٰ کو ان کی لازمی صفت قرار دیا گیا پھر یہ کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام میں رتی برابر مخالفت رسول یا بغاوت یا ظلم کی کوئی بھی چیز یا بو کا ادنیٰ شائبہ تک پایا جائے۔

اوصافِ صحابہؓ قرآن کی روشنی میں:

۱-اَلْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا. صحابہ وہ جنہیں قرآن نے مومن برحق کہا۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾. (الانفال: ۷۴)

۲-الراشدون۔صحابہ وہ جنہیں رحمان نے رشد وہدایت کا پیکر کہا۔

﴿حبب الیکم الایمان﴾ (الحجرات:۸)

۳-الفائزون۔صحابہ وہ جنہیں ذوالجلال والاکرام نے دونوں جہاں میں فائز المرام کہا ہے۔

﴿اعظم درجة عند الله﴾ (التوبۃ:۲۰)

۴-الصادقون: صحابہ وہ جنہیں خالق جہان نے صدق وصفا کا پیکر کہا۔

﴿یبتغون فضلا من الله﴾ (حشر:۸)

۵-رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ. صحابہ وہ جنہیں عالم الغیب ملک الملک نے اپنی رضا ورضوان کا پروانہ عطا کیا۔

﴿السابقون الاولون﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

۶-اھل التوبہ: صحابہ وہ جن کی قبولیتِ توبہ کی گواہی خود سبحان ذی الملک والملکوت نے دی۔

﴿لقد تاب الله﴾ (التوبہ:۱۱۷)

۷-المبشرون: صحابہ وہ جنہیں خالق زمین وآسمان نے رحمت ورضوان کی بشارت سنائی

﴿یبشرھم ربھم﴾ (التوبہ:۲۱-۲۰)

۸-خیر امة: صحابہ وہ جنہیں مالک جن وانسان نے خیرامت کے خطاب سے نوازا۔

﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾ (آل عمران:۱۱۰)

۹-اھل التقویٰ: صحابہ وہ جن کو رب ذوالمنان نے کلمہ تقویٰ کا پاسدار وپاسبان بنایا۔

﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى﴾ (فتح:۲۶)

۱۰-غیظ الکفار: صحابہ وہ جن کے ایمان کے چنگاری سے کفار کے دل جلتے ہیں۔

﴿مثلھم فی الانجیل﴾ (فتح:۲۹)

۱۱-مبرءون: صحابہ وہ جن کی پاکبازی کی شہادت عالم الغیب والشہادۃ نے دیا۔

﴿اولئک مبرءون مما یقولون﴾ (نور:۲۶)

☆.....☆.....☆

مردانِ وفا سرشت-صحابہ کرامؓ

بقلم: مولانا افتخار احمد قاسمی بستوی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ. كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (الفتح:۲۹)

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں۔ (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ہیں ان کے وہ اوصاف؛ جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کاشت کار اس سے خوش ہوتے ہیں؛ تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کرلیا ہے۔''

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا ہے کہ صحابہ'' کافروں کے مقابلے میں سخت مضبوط اور قوی، جس سے کافروں پر رعب پڑتا اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے، سورۂ توبہ میں ارشاد ہے:

﴿ وليجدوا فيكم غلظة واعلموا ان الله مع المتقين ﴾ (التوبة: ۱۲۳)

﴿ واغلظ عليهم ومأواهم جهنم وبئس المصير ﴾ (التوبة: ۷۳) اور

﴿ اذلة على المومنين اعزة على الكافرين ﴾ (المائدة: ۵۴)

شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے اپنی ساحرانہ زبان میں منظوم کلام یوں پیش کیا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔ (تفسیر عثمانی، سورہ فتح)

اللہ تعالیٰ کا گیارہویں پارے میں آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہے: ﴿والسابقون الاوّلون من المهاجرينَ والانصارِ والذين اتّبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه ، واعد لهم جنت تجرى تحتها الانهار خٰلدين فيها ابدا ، ذلك الفوز العظيم﴾ جو لوگ قدیم ہیں، سب سے پہلے ہجرت و مدد کرنے والے اور جو لوگ ان حضرات کے نیکی اور خیر و صلاح میں پیروکار ہوں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ لوگ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ نے ان کے واسطے باغات تیار کیے ہیں، جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

مفسرین سلف کے اقوال "السابقون الاولون" کی تعیین میں مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین، جنھوں نے دو قبلوں (کعبہ و بیت المقدس) کی طرف نماز پڑھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان سابقین اولین ہیں۔ بعض حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین و انصار، اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے سابقین اولین ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ان اقوال میں چنداں تعارض نہیں۔ سبقت و اولیت اضافی چیزیں ہیں، ایک ہی شخص یا جماعت کسی کے اعتبار سے سابق اور دوسرے کی نسبت سے لاحق بن سکتی ہے، جیسا کہ..... ہے کہ جو شخص یا جماعت جس درجے میں سابق و اول ہوگی اسی قدر رضائے الٰہی اور حقیقی کام یابی سے حصہ پائے گی۔ کیوں کہ سبقت و اولیت کی طرح رضا و کام یابی کے بھی مدارج بہت سے ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم" (تفسیر عثمانی)

اسی طرح " اذلة على المومنين اعزة على الكافرين " ، " كنتم خير امة اخرجت للناس الخ " جیسی بے شمار آیات ہیں، جن کی تفسیر احادیث میں صحابہ کرام کی ذات گرامی اور ان کے مناقب سے کی گئی ہے۔ اسی لیے اہل سنت والجماعت کا یہ اجمالی عقیدہ ہے کہ ہم سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت

کرتے ہیں، اوران میں سے کسی کی محبت میں غلو سے کام نہیں لیتے۔ان میں سے کسی سے برأت کا اظہار نہیں کرتے اوران لوگوں سے بغض وعداوت رکھتے ہیں، جوصحابہ سے بغض وعداوت رکھتے ہیں۔اور جب بھی ہم کسی صحابی کا تذکرہ اپنی مجالس اوراپنے گھروں میں کرتے ہیں توان کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنا دین، ایمان اوراحسان کی علامت ہے۔اورصحابہ کرامؓ سے بغض وعداوت کفر ونفاق اورسرکشی ہے۔

یہاں یہ بات بھی ازبس ضروری ہے کہ صحابی کس کو کہتے ہیں؟ صحابی اس ذاتِ گرامی کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضوراکرم، سرتاج دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو یا ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہواوراس کا خاتمہ بھی ایمان کی حالت میں ہوا ہو۔ایسے حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی رضا وخوشنودی کا اعلان بھی فرمادیا ہے جیسا کہ اوپر رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مقدس تمغہ ان حضرات صحابہ کوعطا کیا گیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام کے مقام بلند کی وجہ سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے شمار مقامات پر دین کے حوالہ سے مشورے بھی لیتے تھے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:﴿وامرھم شوریٰ بینھم﴾ صحابہ کا ہر اہم کام آپس کے مشورے سے طے ہوتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد امت میں سارے لوگوں سے زیادہ افضل صحابہ کرام کو مانا گیا ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے محبت کرنے کو اپنی محبت قرار دیا اورصحابہ سے بغض رکھنے کو اپنے ساتھ بغض وعداوت گردانا ہے۔توریت وانجیل میں بھی صحابہ کرام کی مدح سرائی کی گئی ہے امت میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہی ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔اس کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ کا مقام ہے، پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کا درجہ ہے، اس کے بعد خلیفۂ رابع حضرت علی بن ابی طالبؓ کا رتبہ ہے، پھران چاروں خلفا کے بعد عشرۂ مبشرہ میں سے باقی حضرات صحابہ کا مقام ہے۔یعنی حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔ یہ وہ ۱۰ صحابہ ہیں جن کا نام عشرۂ مبشرہ میں ہے اورمذکورہ ۱۰ کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ سے ان کا مقام ومرتبہ بلند ہے۔بعدازاں اصحاب بدر کا مقام ہے، پھر اصحاب جنگ احد اوراصحاب بیعت رضوان کا رتبہ ہے، اس کے بعد فتح مکہ سے قبل اسلام میں داخل ہونے والے صحابہ کرامؓ ہیں جو فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والے نفوس قدسیہ سے فزوں تر مرتبہ رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی یہ آیات دلیل ہیں: ﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ (الحدید:۱۰) ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ (الانفال:۷۴)

اسی طرح مرقات جلد نمبر۵/صفحہ نمبر۵۱۷/ پر ہے: " والصحابة كلهم عدول مطلقا لظواهر الكتاب والسنة وإجماع من يعتد به " کتاب وسنت اور حضرات ثقہ کے اجماع سے ثابت ہے کہ بلا تفریق تمام صحابہ عادل ہیں۔ عمدۃ القاری جلد دوم ۱۰۵/ پر ہے۔ " ليس في الصحابة من يكذب ولا غير ثقة " صحابہ میں ایک شخص بھی دروغ باف نہیں اور نہ ہی کوئی غیر ثقہ ہے۔ اہلِ سنت والجماعت کا اسی لیے عقیدہ ہے کہ قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی کسی ادنیٰ درجے کی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، جس طرح کوئی ولی یا صحابی کسی نبی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ سورۂ حدید کی آیت ۱۰/ ﴿ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ سورۃ بینہ کی آیت ۸/ ﴿ رضي الله عنهم ورضوا عنه ﴾ دلیل ہے۔ صحیح مسلم جلد دوم ص ۳۱۰/ پر یہ حدیث ہے کہ ابوسعید سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان قدرے نا اتفاقی کی بات تھی، تو حضرت خالدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو کچھ سخت سست کہا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا تسبوا أحدا من أصحابي " میرے کسی بھی صحابی کو کچھ بھی سخت سست نہ کہو "فان أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه " کیوں کہ میرے صحابہ کا مقام بہت بلند ہے، تم میں سے ایک شخص اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں نچھاور کرے تو میرے صحابہ کے ایک مد اور نصف مد کے برابر بھی ثواب میں نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رئیس المفسرین ہیں، ان سے مروی ہے:

عن ابن عباس انه قال : " لا تسبوا اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ، فلَمَقامُ احدهم ساعة يعني مع النبي صلى الله عليه وسلم خير من عمل احدكم اربعين سنة . "

(شرح عقیدہ طحاویہ:۷۴۹)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو کچھ بھی نہ کہا کرو۔ کیوں کہ کسی ایک صحابی کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک گھڑی کے لیے کھڑا ہونا اور ایک لمحہ آپ کے ساتھ رہنا تمہارے چالیس سال کے مقبول عمل سے بھی بہتر ہے۔

اسی طرح سورۂ انفال آیت ۴/ **اولئک هم المومنون حقا**، سورہ بقرہ کی آیت ۱۳۷/ **فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا**، اور بقرہ کی آیت ۱۳/ **واذا قيل لهم آمنوا الخ** یہ سب آیات؛ تمام صحابہ کرام کو برحق، معیارِ حق اور تنقید سے بالاتر بتلاتی ہیں۔ اب کوئی شخص ماضی حال یا مستقبل کے زمانوں میں اٹھ کھڑا ہو اور صحابہ کی اجتہادی خطاؤں پر تنقید کی بوچھار کرنے لگے تو یہ اس کو کسی طرح بھی حق نہیں پہنچتا، صحابہ کرام کے آپسی تنازعات ومشاجرات اجتہادی خطاؤں پر مبنی ہیں، جن میں مجتہد مخطی کو ایک اجر ملتا ہے اور خطا اجتہادی جب مستحق اجر ہے، تو دنیا میں وہ قابل مواخذہ ہے نہ آخرت میں۔ سورۃ الفتح کی آیت ۲۹/ **محمد رسول الله الخ** سورہ تحریم کی آیت ۸/ **يوم لا يخزى الله النبى والذين امنوا معه الخ** اور ترمذی شریف جلد ۲/ص ۲۰۶/ کی عبداللہ بن مغفلؓ سے مروی حدیث " **الله الله فى أصحابى لا تتخذوهم غرضا من بعدى** " یہ آیات وحدیث صحابہ کے تنقید سے بالاتر ہونے پر دلیل ہیں۔ سورۂ تحریم کی آیت ۸/ تو تمام صحابہ سے مواخذہ آخرت نہ ہونے کو بھی بتلاتی ہے اور انیسویں پارہ کی آخری آیت ﴿ **قل الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى** ﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ نبوت ورسالت کے لیے جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو منتخب فرماتے ہیں، اسی طرح مقام صحابیت پر فائز کرنے کے لیے اس امت میں سے صحابہ کو خاص کیا ہے۔ اور ابن عباسؓ کا ایک ارشاد بھی اس معنی کی تاکید وتائید کرتا ہے۔ فرماتے ہیں:

" **أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم اصطفاهم الله لنبيه عليه السلام .** "

اس طرح مقام صحابہ، عظمت صحابہ اور شانِ صحابہ کے لیے قرآن وحدیث کے ذخیروں میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کی قبیل سے چند دلائل ذکر کیے گئے؛ تاکہ آج امت تحریر وتقریر اور عقائد واعمال میں اہل سنت والجماعت کے طے کردہ خطوط سے سرِ مو انحراف کرنے کو گمراہی خیال کرے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام عقائد واعمال مضبوط ومستحکم دلائل سے مزین وآراستہ ہیں، صرف اہل سنت والجماعت کا نام آجانا عمل کے لیے کافی سمجھنا چاہیے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشاد کی روشنی میں "بدزبانی" اور "بدگمانی" سے پوری طرح بچنا چاہیے۔ اپنے اسلاف سے بدگمانی اور اپنے پیش رووں سے بدزبانی ہماری گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح صحیح پورے دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆.....☆.....☆

ضوءفگن ہوگئیں ظلمات صحابہ کے طفیل

مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی ایڈیٹر مجلہ ''النور'' اکل کوا

کروڑوں سلام ہواس دانائے سبل، ختم الرسل اور مولائے کل پر؛ جو آفتابِ رشد وہدایت تھا جاہلیت میں بھٹکے ہوئے گمراہوں کے لیے۔ یتیموں کا مولا اور بیواؤں کا غم گسار تھا، جس کی ضیاپاش کرنوں نے صحابہ جیسی منوّر ہستیوں کو نورِ نبوت سے منوّر کرکے مثالی وتاریخی شخصیات بنایا اور جس کی حیرت انگیز اور مثالی تربیت نے صحرائے عرب کے خاک نشینوں کو جہاں بانی کے اس مقام پر پہنچادیا کہ دنیا قیامت تک ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہے اور رہے گی۔ اس لیے کہ

وہ سرچشمۂ ہدیٰ تھے کہ جن سے ہم فیض پارہے ہیں
خود انبیا کے امام اُن کو امام اپنا بنارہے ہیں

صحابۂ کرام دین کی آن اور اسلام کی شان ہیں، مقربین خدائے رحمٰن ہیں؛ یہی وہ مقدس جماعت ہے جسے دنیاہی میں رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی شکل میں رضائے الٰہی کا پروانہ ملا ہے۔ صحابہ کرام اخلاص وللّٰہیت کے پیکر اور سچے عاشقِ رسول تھے کہ انہوں نے جاں نثاری اور فدائیت کے ایسے تابندہ اور روشن نقوش چھوڑے ہیں کہ رہتی دنیا تک وہ نقوش مٹائے نہیں جاسکتے اس لیے کہ

مل گیا درس محبت صحابہ کے طفیل
جاں فزا ہوگئے حالات صحابہ کے طفیل

امت کو دین وایمان کا سرمایہ انہی مقدس نفوس کے واسطہ سے حاصل ہوا ہے اور انہی کی قربانیوں کے صدقہ ہم ایمان ویقین کی دولت سے بہرہ ور ہیں۔ صحابہ سے محبت وعقیدت ہمارے ایمان کا جزءلاینفک ہے۔ صحابہ سے محبت دراصل محبت نبوی کی بنیادی دلیل ہے ﴿قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی﴾ صحابۂ کرام روئے زمین پر انبیا کے بعد سب سے مقدس اور معظم انسان تھے۔ اللہ نے ان سے اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کا عظیم ترین کام لیا۔ حدیبیہ کے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا تھا: " أنتم اليوم خير أهل الارض " آج تم اس روئے زمین پر سب سے بہتر انسان ہو۔

صحابۂ کرام کا یہ تاریخی ومقدس مقام ومرتبہ قیامت تک رہے گا، اس لیے کہ لسانِ نبوت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم نے بھی مختلف آیات میں ان کی عظمت وفضیلت اور قدر ومنزلت کا تذکرہ کیا ہے۔ کہیں فرمایا:

﴿ أولئک هم المؤمنون حقاً لهم مغفرة ورزق کریم ﴾

"وہی لوگ حقیقی مومن ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بہترین رزق ہے"۔

اور کہیں صحابہ کے خیر امت ہونے کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا کہ: ﴿ کنتم خیر أمة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله ﴾

"تم ایک بہترین امت ہو جسے لوگوں کی ہدایت کے لیے وجود بخشا گیا ہے۔ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

کہیں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان وعمل صالح سے راضی ہونے کا اعلان کیا ہے: ﴿لقد رضی الله عن المؤمنین إذ یبایعونک تحت الشجرة ﴾ بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔

صحابۂ کرام کے ایمان ویقین کو دوسروں کے لیے نمونہ قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فإن امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا﴾ پھر اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم لوگ ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت یاب ہیں۔

اور بہت سی آیات ہیں جن میں حضرات صحابۂ کرام کی مثالی سیرت، روشن کردار اور پاکیزہ صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿سیماهم فی وجوههم من أثر السجود ، ذلک مثلهم فی التوراة﴾ .

صحابہ کرام کا جو مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور جس پر جان و مال نچھاور کی جاتی ہے وہ ہر طرح سے پاکیزہ، بے داغ، روشن اور لائق تقلید ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام کی تربیت رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و پاکیزہ برتاؤ اور اخلاق کے ذریعہ ہوئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تربیت سے متعلق فرمایا: "أدبنی ربی فأحسن تادیبی " تو پھر صحابۂ کرام کی پاکیزہ سیرت اور حسن تربیت پر نہ کوئی انگشت نمائی کی جرأت کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کا ایمان اس کو اجازت دے سکتا ہے۔

اس لیے کہ یہ مقدس جماعت اتفاقی طور پر وجود میں نہیں آئی تھی؛ بل کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت اپنے نبی کی صحبت کے لیے ان کو منتخب فرمایا اور ایمان کے لیے ان کے دلوں کو نکھارا تھا۔ جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے: ﴿اولئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقویٰ﴾ اللہ تعالیٰ نے اقامت دین، نصرتِ اہل ایمان، حفاظتِ شعائرِ اسلام اور حدودِ شرعیہ کی پاسبانی کے لیے اُس مقدس گروہ کا انتخاب کیا تھا۔

ضوء فگن ہو گئیں ظلمات صحابہ کے طفیل

قیامت تک آنے والی پوری نسل انسانی کے لیے صحابہ کا ایمان اُسی طرح معیارِ حق ہے جس طرح تاریکیوں میں بھٹکتی کشتی کے لیے آسمانِ دنیا کے تابندہ و درخشاں ستارے مشعل راہ کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح ضلالت و گمراہی میں بھٹکی انسانیت کو ساحل نجات تک پہنچانے کے لیے صحابہ کرام مینارۂ نور ہیں، جس کی طرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاکیزہ ارشاد میں اشارہ فرمایا کہ " **أصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیم اهتدیم** "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے راہ یاب ہوجاؤ گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لگایا ہوا چمن کتنا بارآور ہوا، اس کا جواب فقیہ النفس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیے، فرماتے ہیں: " **من کان منکم متاسیاً فلیتأس بأصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فإنهم أبر هذه الأمة قلوباً وأعمقها علمًا وأقلهم تکلفًا، وأقومهم هدیاً وأحسنهم حالاً إختارهم لصحبة نبیه وإقامة دینه** ". (حاشیہ علوم القرآن ص ۱۰۱)

جو آدمی کسی کو اسوہ اور نمونہ بنانا چاہے تو اسے چاہیے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائیوں اور جانثاروں کو نمونہ بنائے۔ اس لیے کہ ان کے دل سب سے زیادہ پاکیزہ و نیک ہیں۔ ان کے علوم میں گہرائی و گیرائی ہے، ان کی زندگیاں سادگی اور بے تکلفی کا اعلیٰ نمونہ ہیں، ان کی سیرت و اخلاق میں اعتدال و توازن ہے، ان کے احوال میں حسن و جمال پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت اور دین کی حمایت و نصرت کے لیے ان کو منتخب کیا ہے۔

یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و صحبت ہی کا کیمیائی اثر تھا کہ عرب کے ناخواندہ اور امی کہے جانے والے دنیائے علم کے قائد اور مسند معرفت کے صدر نشین بن گئے، یہ لوگ نہ صرف یہ کہ خود بدل گئے، بل کہ قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے معلم و ہادی بن گئے۔

اکبر الٰہ آبادی نے خوب کہا ہے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

صحابۂ کرام کی وہ مقدس جماعت ہے، جن کی تربیت و تعلیم اور تزکیہ و تصفیہ کے لیے سرور کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست استاذ و نگراں مقرر کیا گیا۔ ﴿**لقد منّ الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة وإن کانوا من قبل لفی ضلال مبین**﴾

''تحقیق کہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں ایک رسول ان ہی میں سے کہ تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو۔ اور تعلیم کرتا ہے ان کو کتاب وحکمت کی گرچہ وہ اس کے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

جس نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا اور ساتھی اتنے بلند اخلاق وکردار کے مالک ہوں خود وہ نبی کتنے اونچے مقام پر فائز ہوں گے، اس کا اندازہ تو لگایا ہی نہیں جاسکتا۔

ع کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

قرآن کریم نے صحابہ کرام کے راستہ کو ایک معیاری راستہ قرار دیا اور ان کے طریقۂ کار کو قابل اقتدا طریقہ قرار دیا۔ اور صحابہ کی مخالفت کو نبی کی مخالفت قرار دی۔ ﴿**ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہٗ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولّہ ما تولّیٰ**﴾

''جو شخص رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اُس کے سامنے ہدایت کھل چکی ہو اور جو مومنوں کا راستہ چھوڑ کر چلے گا ہم اس کو اسی راستہ کی طرف پھیر دیں گے''۔

اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ اتباع نبوی صحابۂ کرام کی سیرت وکردار اور ان کے اخلاق واعمال کی پیروی کرنا ہے۔ صحابۂ کرام سیرت وکردار کے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں۔

صحابۂ کرام دین وشریعت کے سب سے پہلے شارح وراوی ہیں۔ جن کی قربانیوں کے طرف قرآن کریم نے اس طرح اشارہ کیا ہے: ﴿**رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا**﴾

اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد وپیمان کو صحابہ کرام نے سچ کر دیا۔ بعضوں نے اسلام کے خاطر اپنے عزیز واقارب اور اپنی جانیں بھی قربان کر دیں لیکن اُن کے عزم واستقلال میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں آئی۔

یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے، ان کی محبت عین محبت رسول ہے۔ اگرچہ ہم ان کے درجات میں باہم تفاوت دیکھتے ہیں، مگر ان کا اخلاص وللّٰہیت، تقویٰ ودیانت پر پوری امت کا اجماع واتفاق ہے۔ اس لیے کہ ان کو صحبتِ نبوی کا شرف حاصل ہے، کسی بڑے سے بڑے ولی اور قطب دوراں کو ان کی خاک پا بننے کا شرف حاصل ہو جائے تو اس کے لیے مایہ صد افتخار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں صحابہ کرام کی محبت وعظمت پیدا فرمائے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب.

آمین!

مقامِ صحابہ اور شانِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مولانا محمد مرشد صاحب قاسمی

حضرات انبیائے کرام کے بعد صفحۂ ہستی کے سب سے مقدس انسان حضرات صحابۂ کرامؓ ہیں۔ کتنے مقدس ہیں، وہ حضرات جن کے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے جمعِ قرآن کے لیے چنا۔

علمائے کرام لکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآن کریم یکجا کر سکتے تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کام حضرات صحابۂ کرام کے لیے مقدر کر رکھا تھا تا کہ امت کو ان ذات وشخصیات کے ساتھ ایک ناقابل تنقید اعتماد قائم ہو جائے۔

صحابۂ کرام وہ جن کے مقدس ہاتھ نہ جانے کتنی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست سے مس ہوئے ہوں گے۔ اور جن کی آنکھوں نے زندگی میں نہ جانے کتنی بار دیدار مصطفیٰ ﷺ کا شرف حاصل کیا ہوگا۔ آج ہم میں سے کسی کو خواب میں بھی ایک مرتبہ زیارت ہو جاتی ہے تو اس کو کتنا عظیم مقدس ومبارک سمجھا جاتا ہے۔ آج ہمارے بیچ کوئی حضرت تھانویؒ، حضرت ہردوئیؒ اور حضرت باندویؒ کی زیارت کرنے والے مل جائیں تو ان کو ہم کتنا مقدس سمجھتے ہیں اور کس قدر محبوبیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

صحابہ قرآن کریم کے اولین مخاطب:

جان لیں کہ صحابہ کرام قرآن کریم کے اولین مخاطب ہیں۔ اگر قرآن کریم ﴿ اولئک ھم الراشدون ﴾ کہتا ہے ''یہی لوگ رشد وہدایت والے ہیں''، یا ﴿ اولئک ھم الفائزون ﴾ کہتا ہے۔ ''یہی لوگ فوز وفلاح والے ہیں'' یا ﴿ اولئک ھم المفلحون ﴾ کہتا ہے۔ ''یہی لوگ ایسی کامیابی والے ہیں جس کو کبھی زوال نہیں۔'' یا ﴿ اولئک ھم الصادقون ﴾ کہتا ہے'' یہی لوگ سچائی کے پیکر ہیں'' ان سب کے مخاطب صحابہ کرام ہیں۔ عبارۃ النص انہیں حضرات کے لیے ہوگی؛ دیگر حضرات کے لیے، یہ ساری بشارتیں لفظ کے اشارے اور دلالت سے ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے تقوی ومحبت الٰہی کی شہادت:

صحابہ کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں، جن کے دلوں کو خود اللہ نے چنا تھا۔ اللہ سے بڑا کوئی ممتحن نہیں ہو سکتا اور صحابہ کرام سے بہتر کوئی شاگرد اور تلمیذ نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یا یھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم﴾. (المائدۃ: ۵۴)

" اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو اللہ تعالیٰ (ان کی سرکوبی کے لیے) ایسی قوم کو لائیں گے، جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہیں کریں گے۔"

بہت بڑی بات ہے جن کی غیرتِ ایمانی اور جوشِ ایمانی کی خود اللہ تعالیٰ تعریف کرے اور جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنی محبت اور رضا کا پروانہ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں رضامندی کی سند عطا فرمادے ﴿رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ﴾. (البینۃ:۸) " اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔" ان حضرات کے کیا کہنے۔

ذرا اِس آیت کریمہ پر بھی ایک نظر ہوجائے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ. كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الفتح:۲۹)

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان

کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کاشت کار اس سے خوش ہوتے ہیں؛ تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کرلیا ہے۔"

کس قدر معنی خیز آیت ہے۔ صحابہ کرام کی تمام صفات کو ظاہر کردیا کہ وہ حب فی اللہ میں کامل ہیں، اس لیے مومن کے لیے رحم دل ہیں۔ بغض فی اللہ میں بھی کامل ہیں، اس لیے کافروں پر سخت ہیں۔ اعمال میں کامل ہیں، وہ ہمیشہ رکوع اور سجدے میں رہتے ہیں۔ اخلاص میں کامل کہ وہ صرف اور صرف اللہ کے فضل اور خوش نودی کے متلاشی ہیں۔ نماز کا اہتمام خوب ہے خصوصاً رات کی نماز یعنی تہجد؛ جس کے اثرات نور کی شکل میں ان پر ظاہر ہے چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من كثر صلاته بالليل حسن وجهه بالنهار" (ابن ماجه)

جس کی رات میں نماز زیادہ ہوتی ہے، دن میں اس کا چہرہ روشن اور خوب صورت نظر آتا ہے۔

صحابہ کرام کی یہ نشانی توریت میں ذکر کی گئی۔ انجیل میں ان کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی کھیتی اپنے کونپل کو نکالے، پھر دھیرے دھیرے قوی ہوجائے۔ صحابہ کرام ابتدائی دور میں ایمانی، مادی، عددی، ہر ایک اعتبار سے کمزور تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دھیرے دھیرے قوی کردیا۔ پھر اخیر میں فرمایا ان سب کے لیے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان میں کوئی تمیز نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان تمام کے لیے بڑی سند؛ کہ ان کے لیے مغفرت بھی اور اجر عظیم بھی۔

ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے فرق مراتب بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (الحدید) ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

ایک صاحب کہنے لگے کہ جنت میں ہر مومن جائے گا پھر ہمارے اور صحابہ میں کیا فرق ہے۔ ان کو بہترین جواب ملا کہ دیکھو ہم میں اور صحابہ میں بڑا فرق ہے۔ ہم جنت کے مرید ہیں اور حضرات صحابہ کرام جنت کے مراد ہیں۔ یعنی ہم جنت کے طالب ہیں اور صحابہ کرام جنت کے مطلوب ہیں۔ جنت چاہ رہی ہے کہ ہر خوش نصیب حضرات ہمارے اندر داخل ہوں۔

صحابۂ کرام کی عظمت احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

اہل عرب راتوں میں سفر کرتے تو ستاروں کو دیکھ کر اپنی منزل کا پتہ لگا لیتے۔ اسی طرح آج کی اس گھٹا ٹوپ گمراہیوں کی تاریکیوں میں صحابہ کرام کے عادات واطوار اور اُن کی سیرتیں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کی عظمت کو ظاہر کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا: " **لا تمس النار من رانی ورأی من رانی** " (مشکوٰۃ)

اس شخص کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا۔ اسی طرح اس شخص کو بھی جس نے مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

ایک اور حدیث ہے میرے بعد مسلمانوں کی کافروں سے جنگ ہوگی، لوگ کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی ہے؟ لوگ کہیں گے ہاں! پھر ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ جنگوں میں فتح نصیب فرمائیں گے۔

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی ممانعت:

صحابۂ کرامؓ کی شان میں گستاخی سے روکا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " **لاتسبوا أصحابی** " (مشکوٰۃ) میرے صحابہ کو گالی مت دو۔

اس لیے کہ تم میں کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان کے مد یا نصف مد کے برابر خرچ کرنے کے مقام کو نہیں پا سکتے۔

جمعہ کے خطبہ میں ہمیشہ ہم ایک حدیث سنتے ہیں: " **اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی ،فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی** " (مشکوٰۃ) جمع الفوائد ج۲/ص۴۹۱.

میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ان کو میرے بعد طعن وتشنیع اور تنقید کا نشانہ مت بنانا، جو اُن سے محبت کرے گا، میں ان سے خوب محبت کروں گا اور جو اُن سے بغض رکھے گا میں ان سے خوب بغض رکھوں اور جو اُن کو تکلیف پہنچائے گویا اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

ایک اور حدیث میں ہے: " **اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرّکم** ". (مشکوٰۃ)

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں، تم کہو کہ بدترین شخص پر اللہ کی لعنت ہو۔

مناقب عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

حضرات صحابۂ کرامؓ کی اس عمومی فضیلت کے ساتھ ساتھ بہت سی خصوصی فضیلت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ثابت ہے۔

ذوالنورین اور ذوالہجرتین:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادی (رقیہ اور ام کلثوم) کا باری باری ان سے نکاح فرمایا، جس کی بنیاد پر آپ کو "ذوالنورین" کا لقب ملا۔ آپ "دو نور" والے ہوتے ہیں۔ یہ خصوصیت و امتیاز دیگر کسی حضرات صحابۂ کرامؓ کو حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں شہروں کی طرف ہجرت کا شرف حاصل ہوا، اس لیے آپ کو "ذو الہجرتین" دو ہجرت کرنے والے کا خطاب بھی ملا۔

آپ ﷺ کی نظر میں آپ کا احترام و اکرام:

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے مکان میں تشریف لائے، پنڈلی اوپر تک کھلی ہوئی تھی، حضرت ابوبکرؓ داخل ہوئے آپ اسی حال میں رہے لیکن جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ نے اپنے ازار کو درست فرمالیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہؓ نے سوال کیا آپ نے ایسا کیوں کیا تو ارشاد فرمایا: "**الا استحی من رجل تستحی منه الملائکة**" (مشکوۃ: ۵۶۱) کیا میں ایسے شخص سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔

جنت کی بشارت:

نہ جانے کتنی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ ایک موقعہ پر فرمایا: "**لکل نبی رفیق فی الجنة ورفیقی فیها عثمان بن عفان**" (مشکوۃ) جنت میں ہر نبی کے ایک رفیق ہوں گے میرے رفیق حضرت عثمان بن عفانؓ ہوں گے۔

مدینہ منورہ کے اندر "رومہ" نامی ایک کنواں تھا جس کا پانی بہت میٹھا تھا اور ایک متعصب یہودی اس کا مالک تھا۔ حضراتِ صحابۂ کرامؓ کو جلدی پانی نہیں دیتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اعلان فرمایا:

"**من یشتری بئر رومة ویجعل دلوه مع دلاء المسلمین بخیر له فی الجنة**"

جو شخص بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے ڈول کے لیے وقف کردے اس کے لیے جنت ہے۔

آپ نے اپنی ذاتی رقم ۳۵ ہزار درہم میں اس کنویں کو خرید کر وقف کر دیا۔ مسجد نبوی تنگ ہونے لگی تو آپ نے اعلان کیا کہ بازو کی جگہ خرید کر کون مسجد کے لیے وقف کر دے گا؟ اسے بہتر جنت دلواؤں گا۔ آپ نے ۲۵ ہزار درہم میں وہ جگہ خرید کر مسجد نبوی کے لیے وقف کر دی۔

غزوہ تبوک کی گھڑی جو نہایت مشکل گھڑی تھی مسلمانوں کے پاس سواریاں اور پیسے نہیں تھے۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کو "ساعة العسر" کہا ہے۔ نہایت مشکل ترین گھڑی تھی، اس موقعہ پر آپ نے تین سو اونٹ ساز و سامان کے ساتھ اور ایک ہزار دینار پیش کیا۔ خوشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ لہلہا رہا تھا۔ اور دینار اپنے ہاتھوں سے پلٹتے ہوئے فرما رہے تھے "ماضر عثمان ماعمل ما بعد الیوم" آج کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے خصوصی جوار اور پناہ میں رہیں گے۔ ایسے اعمال صادر نہ ہوں گے جن سے دنیا و آخرت کا نقصان ہو۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے اندر منیٰ کی ایک پہاڑی پر تھے، جس کا نام "ثبیر" بتایا جاتا ہے۔ پہاڑ چلنے لگا کچھ پتھر بھی لڑھک گئے، آپ نے فرمایا" اسکن .....فانہ لیس علیک إلا نبی و صدیق و شہید" ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی صدیق (ابوبکرؓ) اور شہید (عثمانؓ) ہیں۔ بس پھر کیا تھا؟ کہ پہاڑ ٹھہر گیا اور اس کی حرکت بالکل بند ہو گئی۔

آپ کی مظلومانہ شہادت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے زمانے کے فتنے اور آپ کی شہادت کا بھی تذکرہ کیا۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان غنیؓ آپ کے سامنے سے چہرے پر رومال ڈالے گزرے، آپ نے کچھ فتنے کا تذکرہ کیا، پھر فرمایا "ھذا یومئذ علی الھدیٰ" (مشکوۃ) یہ اس دن ہدایت پر ہوں گے۔ ایک اور موقعہ پر فرمایا "تقتل ھذا مظلوما" یہ مظلومانہ شہید کیے جائیں گے۔

آپؓ کی برأت:

ایک مرتبہ زمانہ حج میں 'حضر' کا ایک شخص جماعت قریش کے پاس سے گزرا، پھر اس نے پوچھا تم میں بڑے کون ہیں؟ لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا آپ بتائیں کیا حضرت عثمان غنی رضی

اللہ عنہ یوم احد میں میدان جنگ سے بھاگے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر اس نے کہا: آپ جنگ بدر سے غائب نہیں رہے؟ کہا ہاں! پھر کیا آپ بیعت رضوان سے غائب نہیں رہے؟ آپ نے کہا ہاں! پھر وہ جانے لگا؛ حضرت ابن عمرؓ نے روکا اور کہا سنو! جہاں تک جنگ احد سے بھاگنے کا ذکر ہے، اس میں حضرات صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت شامل تھی اور ان سب کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ﴿ ولقد عفا الله عنهم ﴾ والی آیت نازل کر کے ان سب کو معاف کر دیا۔ اور جہاں تک بدر کی غیر حاضری ہے تو آپ کی اہلیہ حضرت رقیہ بیمار تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ ان کی خدمت میں بیٹھے تھے، اس لیے شریک کے حکم میں رہے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کے لیے بھی حصہ لگایا۔ رہی بات بیعت رضوان میں غیر حاضری کی؛ تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اہل مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کی خبر دینے گئے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان سے افضل کوئی اور ہوتا تو ان کو نہ بھیجا جاتا۔

اتباع سنت کا اہتمام:

آپؓ سنت کے اس قدر پابند تھے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو ان کے بھائی ابان بن سعید نے کہا" **اسبل ازارک کما یسبل قومک** " آپ نے فرمایا"**ھکذا یأتزر صاحبنا محمد الی انصاف ساقیه**" ۔اس طرح نصف پنڈلی ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے ہیں۔ میں اس کے خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا آپ بیت اللہ کا طواف کر لیں، کہا پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے، پھر ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے طواف کریں گے۔

زندگی میں سادگی:

کافی مال و دولت ہونے کے باوجود زندگی سادی تھی۔ خلافت کے دور میں عموماً سرکہ کا..... استعمال کرتے۔ مہمانوں کی خوب پر تکلف ضیافت کرتے لیکن کبھی اپنے لیے عیش و نعم کو پسند نہیں کیا، اسی طرح زندگی گزار کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مکمل نمونہ دکھا گئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور حضرات صحابہ کرامؓ کی خوب خوب عقیدت و محبت ہمارے قلوب میں جاگزیں فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

☆.....☆.....☆

تیرے تقدس پہ قرباں، تیری عظمت کو سلام

تحریر: ابوعالیہ ناز قاسمی، اجراء مدھوبنی/ جامعہ اکل کوا

یہاں خیر کا اجتماع ہو رہا ہے:

حق تعالیٰ شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات میں سے منتخب کیا۔ اسی لیے آپ خلاصۂ کائنات، فخرِ اولاد آدم اور خیر البشر ہیں۔ آپ کی کتاب ''خیر الکتب''، آپ کا دین ''خیر الادیان''، آپ کی امت ''خیر الامم'' اور آپ کا زمانہ ''خیر القرون'' ہے۔ تو پھر یہ بھی لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ آپ کے اصحاب بھی ''خیر الاصحاب'' ہیں۔ (بولتے حقائق: ص ۱۲)

قرآن کریم میں صحابہ کا ذکر:

آیئے انہیں خیر الاصحاب کے تعلق سے قرآن کا بھی مطالعہ کرتے چلیں اور دیکھیں کہ اس برگزیدہ جماعت کے تعلق سے قرآن کیا کہتا ہے؟ اس سلسلے میں ''پارہ ۲۶/ سورۃ الفتح'' آیت نمبر ۲۹/ میں صحابہ کی تعریف ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ﴾

اب سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰/ بھی ملاحظہ کرتے چلیں: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

اور بموجب آیت قرآنی: ﴿اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ اور اس کے ساتھ سورہ انبیاء کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾ ملائیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے لیے جہنم سے بُعد اور جنت کا وعدہ فرما دیا گیا ہے۔

قابلِ تدوین: یہ بات بھی ذہن نشین کرتے چلیں کہ خالق السموات والارضین کی طرف سے بلد الامین میں صادق الامین کی ذات والا صفات پر روح الامین عند ذی العرش مکین حضرت جبریل امین کی معرفت قرآن کریم میں اوپر کی یہی مذکورہ آیات کائنات کی اُن برگزیدہ ہستیوں کی شان میں نازل نہیں کی گئی ہیں۔ بل کہ بے شمار آیتوں میں اُن کی شانِ ذیشان کی پہچان کرائی گئی ہے۔ یہی وہ عالی صفات اور قدسی نفوس ہیں، جو اسلام کے

مخاطبِ اول ہیں، جن کے ایمان وایقان، تقویٰ وطہارت اور پاکیزگی کی گواہی خود رب رحمٰن نے قرآن میں ہنگامۂ محشر بپا ہونے تک کے لیے مختلف انداز اور الفاظ میں دی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں: ﴿أُولٰئِکَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ. أُولٰئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. أُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْإِیْمَانَ. أُولٰئِکَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ. أُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. أُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا. أُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ﴾

چلیے اب دربار رسالت میں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار ساتھیوں کی ثقاہت کے بارے میں "الصحابة کلهم عدول" ارشاد فرما کر ان کی ثقاہت وعدالت کو مستحکم فرمادیا، نیز اگلی روایت بھی پڑھتے چلیے

(عبداللّٰه بن مغفلؓ) رفعه: قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اللّٰه اللّٰه فی اصحابی، لاتتخذوهم غرضاً بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم، ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم. ومن آذاهم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللّٰه ، ومن آذی اللّٰه فیوشک ان یاخذه. (جمع الفوائد: ۳/ص ۳۹۱)

تجھ سا دوجا لاؤں کہاں سے:

خیر الاصحاب کی جو جماعت میرے نبی کو عطا فرمائی اس کا رنگ ہی کچھ اور؛ اس کا مزاج ہی مختلف تھا۔ کسی نبی کی امت نے تو ﴿إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾ کہہ کر اپنے آپ کو پیچھے ہٹالیا۔ لیکن جب جاں نثارانِ صحابہ کی باری آئی تو اُنھوں نے برملا ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ

معاذ اللہ مثلِ امت موسیٰ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروانِ دینِ ختم المرسلیں ہیں ہم

اور میرے نبی کی جماعت نے اپنے نبی پر آنچ بھی نہ آنے دی۔ جب بھی جس چیز کی ضرورت پڑی قربان کردیا۔ خود اطاعت بھی اُس جماعت کی اطاعت شعاری پر ناز کرتی ہے۔ نبی کی آواز کان میں پڑی کہ جو جہاں ہے وہیں بیٹھ جائے۔ واہ رے صحابی تیری اطاعت پر قربان؛ مسجد میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ بیٹھ گئے، اب ایک قدم آگے نہیں جا سکتا۔ مسطح وحاطب تمھاری بدر کی شرکت نے تمھیں اُس مقام پر پہنچادیا کہ عمر جیسی شخصیت کو بھی تمھارے متعلق لب کشائی کی اجازت نہ ہوئی اور اماں عائشہ صدیقہ تمھاری وکیل بن گئیں۔ عثمان تیری عظمت کے کیا کہنے کہ خود نبی نے اپنا ہاتھ یہ کہہ کر اپنے ہاتھ پر رکھ دیا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے تاکہ تم اس سے محروم نہ رہ جاؤ۔ علی تیری رفعت کو سلام؛ کہ نبیٔ رحمت نے "انامدینة العلم وعلی بابها" کہہ کر تیری عظمت کو چار چاند لگادیے۔ معاویہ تیرا ہادی ومہدی ہونا مسلّم؛ اس لیے کہ نبی کی لسانِ مستجاب نے تجھے ہادی مہدی ہونے کی دعا سے سرفراز فرمایا۔ ایسی چیدہ اور منتخبی جماعت کہ خود رب کائنات نے قرآن کریم میں ابدالآباد تک کے لیے ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ کا پروانہ عطا فرمادیا۔

تعدیل صحابہ مدار دین ہے:

یاد رکھیے اِس جماعتِ صحابہؓ کی تقدیس وتعدیل پر ہمارے افکار ونظریات، قرآن وسنت اور ہمارے تمام اسلامی نظام کا مدار ہے۔ وہ ہمارے قرآن کی صداقت اور پیغمبر کی حقانیت کے گواہ ہیں۔ غیر تو غیر ہی ہیں، اپنوں میں سے بھی اگر کوئی ان ستونوں کو گراتا، اُن کی عدالت مجروح کرنے کی سعی کرتا، ان کی عظمت اور تقدس کو داغدار کرنا چاہتا ہے تو ہم اُسے ملی خودکشی اور اپنی شریعت سے دشمنی ہی سمجھیں گے۔ اور پوری خیرخواہی اور خداترسی سے اُس ہاتھ، اُس قلم اور زبان کو روکنے کی کوشش کریں گے کہ اگر دین کے یہ اولین محافظ منافق، سازشی، پالیٹکس، خودغرض، خائن اور معاذ اللہ جابر وظالم تھے تو جو دین وشریعت، کتاب وسنت ان کے ذریعے ہم تک پہنچی اور جس پر دین کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ یہ ساری عمارت اور ڈھانچہ خود بخود دھڑام سے گر کر زمین کو سجدہ کرنے لگے گا۔ صحابہ کرام کے تقدس ثقاہت اور تعدیل کا مسئلہ؛ پوری شریعت اور پیغمبر اسلام کی صداقت وحقانیت کا مسئلہ ہے۔ جن کی جانفشانی، اخلاص اور ایثار وجہاد کی بدولت آج ہم مسلمان ہیں۔ اگر ان کی طرف انگشت نمائی ہو، تو اس صورت میں بقول امام شافعیؒ (جسے ابن تیمیہؒ نے ''منہاج السنۃ'' میں نقل کیا) کہ ہم یہود ونصاریٰ سے بھی بدتر ثابت ہوں گے اور یہود ونصاریٰ ہمارے مقابلہ میں مرتبہ شناس اور قدردان کہ جب ان لوگوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں زیادہ بہتر کون لوگ ہیں؟ تو یہود نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اور عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری (صحابہ) کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ اس طوفان نوحہ وماتم میں ہمارا پورا گھر (دین وشریعت) تو نہیں ڈوب رہا۔ اور ہماری تحقیق واکتشاف کی کلہاڑی سے قصر اسلام میں شگاف تو نہیں پڑ رہے ہیں؟ **فاعتبروا یا اولی الابصار**. (ج۱/ص۳۳)

چہ حق داریم؟:

جس جماعت کو اللہ نے اپنی رضا اور خوش نودی کا پروانہ دے دیا، اس کے بارے میں اس طرح کا خیال بھی آنا کہ ان میں تو اقربا پروری اور خلافت میں گڑبڑی کا عیب ہے، اس میں تو بغاوت کا مادہ پایا جاتا ہے، اس میں تو غاصب وخائن کی ٹیم موجود ہیں تو یہ ایمان لیوا ثابت ہوسکتا ہے۔ یہی وہ مقدس جماعت ہے، جس کے کسی فرد کے بارے میں خود اُس جماعت کے کسی فرد کو لب کشائی کی اجازت نہیں ملی تو پھر ہمیں کیسے مل سکتی ہے؟ ہم کون ہوتے ہیں اُس جماعت کا امتحان اور جائزہ لینے والے؟ اُن کی وفاشعاری وجاں نثاری کی جانچ پڑتال کرنے والے؟ اس کا امتحان تو خود رب کائنات لے چکا اور نتیجے کا اعلان بھی اِن الفاظ میں ہوگیا۔ ﴿لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ . وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ یہ تو تقویٰ کے اُس معیار پر ہیں کہ خود اللہ نے

ان کے ایمان کو﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ کہہ کر ہمارے لیے معیار اور کسوٹی بنادیا ہے۔ آج ۱۴۰۰ سال سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد اگر ہم ان کی تنقیح کا کام انجام دینے لگے اور بدستِ خود اُن بنیادوں کو ڈھانے لگے، جن بنیادوں پر ہمارے ایمان و اسلام کی عالی شان عمارت کھڑی ہے تو خود ہم اپنے ہی ہاتھوں اپنے ایمان کی جڑیں کھود ڈالیں گے صحابہ ہم تک اسلام کے آنے کا اولین واسطہ ہیں، جن کی معرفت ہمیں نبی کے ظاہر و باطن کا تعارف حاصل ہوا۔ جنھوں نے ذاتِ نبی اور افعال و اقوالِ نبی کی حفاظت کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیا۔ ہم تو دنیا کے چپراسی کے سامنے سنن ہدیٰ پر عمل کرنے میں بھی سبکی محسوس کرتے ہیں۔ اور ایک وہ تھے؛ جو بڑے سے بڑے شہنشاہ کے سامنے بھی کسی سنتِ زائدہ کو بھی ترک نہیں کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشہور یہودی عبداللہ بن سبا اور اُس کے بعد اُس کی روحانی ذریت نے صحابہ کرام کے تقدس اور تعدیل کو پامال کرنے اور اُن پر کیچڑ اچھالنے کی جان توڑ کوشش کی۔ علماے امت نے ہر زمانہ میں سبائی ٹولے کے ان ناپاک عزائم کا بھرپور تعاقب کرتے ہوئے حضراتِ صحابہ کے ناموس کے تحفظ کے لیے جنگ لڑی اور آئندہ بھی بہ وقتِ ضرورت لڑتے رہیں گے۔

گئی بھینس پانی میں:

اگر یہ جماعت ہی لائقِ اعتماد نہیں، تو پھر اس کے نتیجے میں ماننا پڑے گا کہ (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ رسالہ محنت (نعوذ باللہ) بے کار گئی۔ (۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت فضولیات کے خانے میں فٹ ہوگئی۔ (۳) محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھیں بند کرتے ہی دین اسلام کا خاتمہ ہوکر آپ ہی کے ساتھ دفن بھی ہوگیا۔ یعنی آپ کی وفات کے بعد ایک دن تو کیا؛ ایک لمحہ بھی آگے نہیں چلا۔ (۴) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت لائقِ اعتماد نہیں تھی تو اُسی جماعت کے ذریعے ہمیں جو قرآن ملا وہ بھی لائقِ اعتماد نہیں رہا۔ نبوت بھی بے اعتمادی کے چنگل میں پھنس گئی۔ دین اسلام کی کسی چیز پر بھی اعتماد ممکن نہیں رہا۔ کیوں کہ خدا کی کتاب، نبی کی نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی ایک ایک چیز اُسی جماعت کے واسطے اور ذریعہ سے ہمیں ملی ہے۔

صحابہ کا ایمان ہمارے لیے معیار:

اسی منتخب جماعت کے ایمان کو باقی لوگوں کے لیے معیار قرار دیکر ارشاد ربانی ہوا﴿ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ﴾ ایسی مقدس جماعت پر اگر کوئی الزام تراشی کرنے کا سوچے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اگر صفحۂ ہستی پر صحابہ کرام کی مقدس جماعت ہی بے اعتماد ہوگئی، وہی معیارِ حق نہیں ٹھہرے، تو پھر ہمیں ذلت و پستی کے غار میں گرنے سے کوئی بچا بھی نہیں سکتا۔ کیوں کہ عمارتِ اسلام اُن کے ہی دم قدم سے کھڑی ہے۔ یہ بات کون نہیں جانتا کہ اگر بنیاد ہی نہیں ہوگی تو عمارت کی تعمیر صحیح قیامت تک ہو ہی نہیں سکتی۔ کوئی یہ تو بتلانے کی زحمت کرے کہ

اگر صحابہ معیارِ حق نہیں، تو پھر کائنات کے نقشہ پر کون ایسی ہستی ہے، جسے معیارِ حق قرار دیا جاسکے۔ اور کہانی کا اختتام یہیں پر نہیں ہوگا، بل کہ اسلام وایمان اور دولتِ قرآن سے بھی ہاتھ دھولینا پڑے گا۔ پھر ہمارا وطنِ اصلی کیا ہے گا یہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے احمق صاحب سے ملاقات کرکے پوچھیے وہ کیا کہتے ہیں۔

خدارا حفاظت کرو تم خود اپنی
فرشتے نہ ہرگز بچائیں گے آکر

سنیے! یہ بشر، محفوظ ہیں، معصوم نہیں:

ہاں ان مقدس ذوات سے بھی کچھ لغزشیں ہوئیں لیکن وہ تو پہلے ہی معاف کردی گئیں کیوں کہ اگر اُن حضرات سے گناہ کا صدور ہوتا تھا تو ہماری طرح سے صرف زبانی زباں خرچ نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ زبانی توبہ پر تکیہ کرکے بڑے آرام سے اور بے فکری کے ساتھ نہیں بیٹھ جاتے تھے، بل کہ بڑی سے بڑی سزا کے لیے خود کو آگے بڑھ کر پیش کردیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ماعز اسلمی اور حضرت غامدیہ کے واقعہ سے پتا چلتا ہے۔ صحابہ کی خشیت کا حال تو یہ تھا کہ جب تک اُن کو توبہ کی قبولیت کا اطمینان نہیں ہوتا اس وقت تک ان کے دن کا سکون اور رات کی نیند حرام ہوجاتی تھی اور پھر دربار رسالت سے اعلان ہوتا تھا کہ اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر پورے مدینے پر تقسیم ہوتو سب کی مغفرت ہوجائے۔ کرکے بتلایئے ایسی توبہ اور لایئے ایسا فرمان اپنے لیے۔ یہ وہ جماعت ہے جس سے رضا کا اعلان ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ نازل فرما کر رہتی دنیا تک کے لیے کردیا گیا اور ہونے والی لغزشوں کی معافی بھی ﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ "حَلِيْمٌ" ﴾ کہہ کر عنایت فرمادی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کی ترتیب قائم کردی:

تاریخی شواہد کی بنیاد پر یہ بات؛ اسی طرح اظہر من الشمس اور بے غبار ہے، جس طرح سے دو اور دو چار ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ترتیبِ خلافت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اِس فرمان "خیر القرون قرنی" میں بیان کردی ہے۔ یعنی قارئین کرام کو ایک کام کرنا ہوگا۔ وہ یہ کہ خلفائے اربعہ کے ناموں کے آخری حروف کو اپنے دامن میں سجالیجیے؛ یعنی صدیق کی "ق" عمر کی "ر" عثمان کی "ن" اور علی کی "ی" کو لے لیجیے تو قرنی بن جائے گا اور آپ کو خلافت کی ترتیب کا پتا معلوم ہوجائے گا۔

اب آخری التماس ہے:

بنابریں نصوص وتصریحات اکابر؛ ہم ان ہستیوں کے متعلق نہایت ہی محتاط رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ﴿اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ" ﴾ کا مصداق ٹھہریں اور جس نظام کو ہم دنیا جہاں میں نافذ کرنا چاہتے ہیں، خود ہی اُس کے لیے تخریب کے سامان مہیا کریں۔ اللہ ہم تمام کی حفاظت فرمائے اور ناموس صحابہ کی حفاظت کے لیے ہم تمام کو قبول فرمائے۔ آمین!

وفا جن کی مسلّم ہے زمانے میں

بہ قلم: مفتی عبدالقیوم صاحب مالیگانوی/ استاذ جامعہ اکل کوا

قال اللہ تعالیٰ: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾

صلاح وفساد کا مرکز:

تمام انبیاورسل علیہم السلام نے اپنی محنتوں کا میدان؛ قلوب کی اصلاح اور عقیدوں کے فساد کو بنایا اور اسی کے لیے اپنی زندگی کو کھپایا۔ کیوں کہ دل اور دل میں جمنے والا عقیدہ اسی کے صلاح وفساد کے محور پر سارے اعمال گردش کرتے ہیں۔ اِس حقیقت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا: "الا ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذافسدت فسد الجسد کله .ألاوهی القلب" کہ بدنِ انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جسے قلب "دل" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ اگر درست ہو تو سارا نظام بدن صحیح اور لائن پر رہے گا۔ اور اگر وہ بگڑ جائے تو پھر سارا ہی نظام بکھر جائے گا، درہم برہم ہوکر چوپٹ ہوجائے گا۔ اور آج دل کی اِس حقیقت واہمیت کو (Heart Attack) یعنی دل کا دورہ جیسی سریع الاثر بیماری نے بہت اچھے طریقہ سے اجاگر کر دیا ہے۔ جس حقیقت کو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد کے ادوار میں صدیوں سے روحانی معالجین اور اطبا سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

خارزار کو بے کار کیا:

چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی بعثت کے اول دن ہی سے انھیں دلوں کی بنجر زمین کو سینچنے اور اُس میں موجود شرک وکفر اور فسادِ عقیدہ کے کانٹوں کو صاف کرنے اور اکھاڑنے میں اپنی پوری توانائی صرف کی اور جان ومال سے اصلاحِ قلب اور اصلاح نفوس کے لیے تگ ودَو، بل کہ جاں گسل محنت کرتے رہے۔

خالقِ کونین کا پیار:

آپ کی مخلصانہ محنت وکوشش کو رنگ لانا ہی تھا۔ بھلے ہی تھوڑی مقدار میں اللہ رب العزت نے ایسی جماعت تیار کروادی، جنھیں صحابہ کرام جیسے محترم لقب سے موسوم کیا گیا۔ جن کی تعریف وتوصیف میں قرآنی آیات کا نزول ہونے لگا، جن کے محاسن وکمالات پر زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سندیں ملنے لگیں، جن کے تقدس وعظمت کی قسمیں کھائی جانے لگیں، جن کی رفاقت ومعیت سے امام الانبیا کو ہمتیں میسر آنے لگیں، جن کی اطاعت

بھری اداؤں، وفا بھری صداؤں پر نبی کی مسکراہٹیں بکھرنے لگیں اور جن کے جذباتِ قلب اور اخلاص سے پُر کارناموں پر آسمانوں پر خالقِ ارض وسما کو بھی پیار آنے لگا۔ پھر خوشیوں سے جھوم کر آقا و مولیٰ نے خود ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ کا پیغام مسرت ہمیشہ کے لیے اپنے ابدی کلام کا حصہ بنا دیا۔

فرشتے بھی رشک کرتے ہیں:

جن کی جواں مردی مسلّم، جن کی اطاعت و وفاداری مستحکم، جن کی محبتیں متیقن، جن کی آہِ سحر گاہی محترم، جن کی بہادری و شجاعت مغتنم، جن کا علم سمندروں کی گہرائی سے زیادہ عمیق، جن کی زندگی لٹے پٹے انسانوں سے زیادہ سادہ، جن کی عبادتیں فرشتوں سے زیادہ اہمیت کی حامل، بل کہ فرشتے جن کی عبادت پر رشک کریں۔ قرآن جن کے متعلق کہتا ہے ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ کافروں اور اعدائے دین کے حق میں شمشیر و سناں سے کم نہیں۔ اپنوں کے لیے موم سے زیادہ نرم۔ جن کی حاضری کبھی سجدوں میں ہے تو کبھی رکوع میں۔ ہر نقل و حرکت میں رضائے الٰہی کے طلب گار۔ جن کے سجدوں اور تنہائی کے آثار عبادت اور اثرات بندگی چہروں پر ایسے نمایاں ہیں، جیسے آسمانوں پر چمکتے ستارے، جن کی خوبیوں کی شہادت نہ صرف قرآن مقدس نے دی، بل کہ کتب سماویہ ماضیہ بھی جن کے کمالات و محاسن کی شاہد ہیں، ان فرشتہ صفت انسانوں کا تعارف خود ان کے ساتھی عبداللہ ابن مسعود سے زیادہ بہتر کون کرسکتا ہے؟ فرماتے ہیں: "**اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرّھا قلوباً ،اعمقھا علماً و اقلھا تکلفاً اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ و لاقامۃ دینہ**" کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ وہ اس امت کے بہترین افراد ہیں، وہ دل کے صاف، علم میں عمیق اور تکلف میں بہت کم تھے۔ جس نبی کی صحبتِ بافیض سے صحابیت پائی۔ بکریوں کو چرانے کا سلیقہ نہ رکھنے والے انسان، حکومتوں کو چلانے کا قرینہ سیکھ گئے۔ انسانوں کی جانیں لینے والے انسانوں ہی کے لیے جانیں نچھاور کرنے والے بن گئے۔ دوسروں کے اموال و متاع پر للچانے والے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو پیروں کی ٹھوکروں سے مار کر سخاوت کے دریا بہانے والے ہو گئے۔ عزتوں کو تار تار کرنے والے عزتوں کے رکھوالے اور محافظ بن گئے۔ علم سے بے بہرہ، تہذیب و ادب سے نا آشنا، علم کا روشن باب اور حیا و ادب کا اعلیٰ نمونہ بن گئے۔ جو خود راستہ چلنا نہیں جانتے تھے اوروں کو راہ دکھلانے لگے۔ دوسروں کی زندگی سے کھلواڑ کرنے والے زندگیوں کے لیے سہارا، اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لیے چراغِ سحر اور راہ گیروں کے لیے مشعلِ راہ بن گئے۔ کسی نے کیا خوب ہی ترجمانی کی ہے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
وہ کیا نظر تھی ، جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

عدالتِ صحابہ پر مہرِ نبی لگ چکی ہے:

اُس نبی نے اپنے جوانوں، دیوانوں، مستانوں، فرزانوں، متوالوں اور بہادروں کے فضائل ومناقب، اجتماعی وانفرادی طریقے سے بیان فرمائے ہیں۔ صحابہ کی اجتماعی عدالت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ: "**الصحابة کلهم عدول**" میرا کوئی صحابی صفتِ عدالت سے عاری نہیں، یعنی کوئی بھی فاسق نہیں۔ نہ فاسقِ معلن نہ فاسقِ مخفی۔ فسق وفجور صحابہ کی شان نہیں، جو انکار کرے اُس کا ایمان نہیں۔ مقتدائیت وامامت صحابہ کی کامل ہے۔ فرمایا: "**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ**" مقتدا وپیشوا بنائے جانے کے قابل میرے صحابہ ہیں۔ جن کی اقتدا واتباع نہ صرف موجبِ نجات، بل کہ اسی میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ جن کا ایمان ساری انسانیت کے لیے معیار اور کسوٹی کہ ایمان ویقین کا نمونہ اور آئیڈیل صرف صحابہ کا ایمان ہے۔ ﴿یاایها الناس آمنوا کما آمن الناس﴾ مفسرین کے اتفاق سے "الناس" کا مصداق حضرات صحابہ ہیں کہ ایمان میں ماڈل صحابہ کا چلے گا۔ نبی نے جن کی محبت وعداوت کو اپنی محبت وعداوت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "**من احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم**" کہ صحابہ سے محبت مجھ سے محبت ہے اور ان سے بغض وعداوت مجھ سے بغض وعداوت۔ صحابہ کے متعلق دراز زبان پر بریک لگاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**الله الله فی اصحابی لاتتخذوهم غرضا من بعدی**" کہ میرے بعد میرے صحابہ کو اپنی ہفوات اور الزام تراشیوں کا نشانہ مت بنانا ورنہ تو ایمان پر خطرات کے بادل چھا جائیں گے۔ جہنم سے پروانہ آزادی دیتے ہوئے فرمایا: "**لاتمس النار من رانی ومن رای من رانی**" کہ جس کو میرے دیدار کا شرف مل گیا جہنم اُس پر حرام ہوگئی۔ اور اتنا ہی نہیں، بل کہ میرا دیدار کرنے والے کو دیکھنا بھی عذاب جہنم سے خلاصی کا باعث ہے یعنی تابعین بھی جہنم سے محفوظ ہیں۔

صحابہ کو برا مت کہو:

ایک ارشاد گرامی میں مطلقاً صحابہ کی ذواتِ عالیہ اور نفوسِ قدسیہ کو برا کہنے سے آپ نے روکا اور فرمایا: "**لاتسبوا اصحابی**" کہ میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ کیوں کہ اللہ اور اس کے محبوب نبی نے جن پر اعتماد کیا، امت کا جن کو استناد ملا، جنھوں نے اسلام کے دور ابتدا سے لے کر اپنی زندگی کی آخری سانس تک نبی اور اسلام کا ساتھ دیا، جن کی ہر نقل وحرکت اسلام کے خاطر، جن کی ہر سانس اور ہر دھڑکن سے اسلام اور محبتِ نبی کی صدا آتی ہو، جن کا جینا مرنا صرف بقائے اسلام کے لیے ہو۔ بھلا اُن سے بیر، بدگمانی، بے اعتمادی کیسے کی جاسکتی ہے؟ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا تھا کہ "قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے"۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

وفا جن کی مسلّم ہے زمانے میں

سندِ مستند:

یہ کچھ جھلکیاں ہیں صحابہ کے اجتماعی فضائل ومناقب بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب ذرا نظر ڈالتے ہیں اُن انفرادی ارشادات پر؛ جو صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان پُر صداقت سے مخصوص صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمالات ومحاسن پر سندِ امتیازی دیتے ہوئے نکلے تھے۔ چناں چہ اپنے سچے رفیق، صحابہ میں لئیق، لوگوں پر شفیق، ہر حال میں شریک غار ثور میں معین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رحمدلی کو یوں بیان کیا۔ "ارحم امتی بامتی ابو بکرنِ الصدیق" میری امت میں سب سے زیادہ رحم وکرم بانٹنے والا صدیق اکبر ہے۔ غیرت عمرؓ کو اس طرح بتلایا: "و اشدھم فی امر اللہ عمر" کہ سارے صحابہ میں غیرت وحمیت دینی میں کامل واکمل عمر فاروق ہے۔

صداقت کو صدیق کی ہے ضرورت
عدالت مزاجِ عمر ڈھونڈتی ہے

شعبۂ حیا کا مصداق اولین وکامل عثمان ذوالنورین کے متعلق فرمایا: "واصدقھم حیاءً عثمان" کہ امت کا سب سے بڑا حیادار عثمان ذوالنورین ہے۔ علی مرتضیٰ کے قوت فیصلہ کو اسی طرح اجاگر کیا: "واقضاھم علی" کہ عالم اسلام کا سب سے بڑا قاضی (چیف جسٹس) علی مرتضیٰ ہے۔

چند دیگر ایوارڈ واعزازات:

خلفائے اربعہ کے بعد دیگر صحابہ کے متعلق بھی امتیازی ارشادات اور سندِ استناد ہے۔ "اقرأھم ابی بن کعب" فرما کر حضرت اُبی بن کعب کو صدر القراء قرار دیا۔ "اعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل" فرما کر مفتی کی ڈگری معاذ بن جبل کے ہاتھوں میں تھما دیا۔ سیدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو جلالتِ علمی کی سند تفویض کرتے ہوئے فرمایا: "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" کہ میں شہر علم ہوں اور علی اُس شہر علم کا دروازہ ہے۔ اور شہر کے لیے دروازہ کی حیثیت کا اندازہ سب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ عمر فاروق کے اندر موجود شانِ نبوت کو اس انداز سے بیان کیا کہ "لو کان بعدی نبیاً لکان عمر" کہ میرے بعد بھی اگر سلسلۂ نبوت جاری رہتا تو عمر بھی اُس کی ایک کڑی ہوتا۔

شاعر مشرق سے ایک ملاقات:

وفا جن کی مسلّم ہے زمانے میں

صحابہ کے مذکورہ بالا کمالات، مناقب اور خوبیوں کو بعد والوں نے بھی اپنے اپنے انداز سے پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ جن میں بہت ممتاز نام صاحبِ دل انسان، شاعر مشرق علامہ اقبال ہے۔ جنھوں نے دریا بکوزہ کا انداز اپنا کر صحابہ کے متعلق کہا تھا ؎

الٰہی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم اُن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دوعالم سے بے گانہ کرتی ہے دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

کسی اور موقع سے کہا تھا

ٹل نہ سکتے تھے جو میداں میں اتر جاتے تھے
پیر شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

ہم تو ڈھول کے خول یا پھر کردار سے عاری اور گفتار کے غازی ہیں، ہم صرف زبانی خرچ کرنا اور ہر قدم پر ﴿ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴾ کا پُرفریب نعرہ لگانا ہی جانتے ہیں اور بس! چناں چہ ہمیں ان صفات سے خالی ہونے پر غیرت دلاتے ہوئے کہتے ہیں

اے لاالٰہ کے وارث ، باقی نہیں ہے تجھ میں
اندازِ دلبرانہ ، کردارِ قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تجھ سے جذبۂ قلندرانہ

وفا جن کی مسلّم ہے زمانے میں

باطل آج تک تلملا رہا ہے:

کسی بڑے سیرت نگار نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا اور نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ۶۳؍سالہ حیاتِ مبارکہ میں صحابہ جیسی مقدس، مضبوط اور جانباز جماعت تیار فرمادی۔ جنھوں نے ہر سرد وگرم حالات میں نبی کا ساتھ نبھا کر اسلام کی امانت کو بعد کی نسلوں کو پہنچانے کا فریضہ بدرجہ اتم پورا کیا۔ محنت ومشقت کے عادی، عیش پسندی جنھیں چھو کر بھی نہیں گذری، اگر اُس میں کوتاہی کرتے اور اپنی جان کو جان اور عیش کو عیش سمجھتے تو ہرگز اسلام کی یہ نعمت گراں مایہ ہم تک نہ آتی۔ بل کہ شمع اسلام اپنے ابتدائی دور میں ہی بجھ جاتی، چہ جائیکہ وہ ان کی کوششوں اور بے مثال قربانیوں سے شعلۂ جوالہ بن گیا۔ جس کی جڑیں تحت الثریٰ میں ہیں تو اس کی شاخیں آسمانوں میں ہیں۔ ﴿اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾ جس اسلام نے ہر دور میں محبتوں، الفتوں اور انسانیت کے پھل دیے اور دیتا رہے گا۔ چاہے دشمن لاکھ کوشش کرڈالے، ناک رگڑ لے لیکن ''پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا''۔ ﴿تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾ جس کی تعمیر وترقی سے باطل ابتدا سے لے کر آج تک تلملا رہا ہے۔ ہزاروں نہیں، لاکھوں تدابیر بروئے کار لاکر اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں اور آج بھی نت نئے ہتھکنڈے اپنائے جارہے ہیں۔ لیکن شاید اُن دشمنان اسلام اور اعدائے دین کو یہ پتا نہیں ہے کہ ''اسلام وہ پودا ہے، کاٹو تو ہرا ہوگا۔''

کفر کو بیساکھی کا سہارا لینا پڑا:

یہ اللہ کی مدد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر ومحنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظیم قربانیوں کا ثمرہ ہے، کہ اسلام اور اس کی تعلیمات آج بھی اُسی آب وتاب اور شان وبان کے ساتھ زندہ اور آباد ہے جیسے ماضی میں تھا۔ اور ان شاء اللہ الیٰ یوم النشور اِسی طرح زندہ وتابندہ رہے گا۔ اسلام کی شان اس کی ابدیت اور حفاظت کے لیے صحابہ نے بدر کے اس مشکل ترین مرحلہ میں اپنی دیوانگی اور اسلام دوستی کے ذریعہ سے باطل اور اغیار کو ایسی چوٹ پہنچائی اور گہرے زخم دیے تھے کہ اُن زخموں نے ان کو دوبارہ مکمل اٹھنے اور سیدھا کھڑا رہنے کا موقع نہیں دیا۔ اِسی کو انگریزی میں کہتے ہیں (First Impression is the Last Impression) کہ پہلا ہی وار ایسا کاری اور جم کر کیا کہ مقابل میں مقابلہ کی قوت کو کم زور ہی نہیں، بل کہ مفلوج بنادیا۔ جو دوسروں کی بیساکھی کے سہارے کے محتاج ہوگئے، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ قریش مکہ

اپنے اطراف واکناف کے لوگوں کو اپنا ہم خیال اور شریک بنا کر کبھی اُحد میں تو کبھی حنین میں اور دیگر مواقع پر بڑے جوش وخروش اور کمر کس کر میدان میں آتے ہی رہے۔ لیکن اللہ اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے حضرات صحابہ کو؛ جنھوں نے جان کی بازی لگا کر، بیویوں کے سہاگ اجاڑ کر، بچوں کو یتیمی کا طوق پہنا کر اور ملک ووطن کو الوداع کہتے ہوئے ایسا مردانہ وار اور سرفروشانہ مقابلہ کیا کہ حفاظتِ اسلام اور محبت نبی کا گویا حق ادا کر دیا۔ جن سے اللہ بھی راضی ہوگیا اور اس کا محبوب نبی بھی۔ اور قیامت تک کے لیے، جن کے ایمان واسلام اور حیاتِ مبارکہ کو آنے والے انسانوں کے لیے نمونہ اور رہبر بنا دیا۔

یہ رتبۂ بلند ملا ، جس کو مل گیا
ہر شخص کے نصیب میں دار و رسن کہاں

دنیا کو ہمیشہ انتظار ہی رہے گا:

اس حقیقت سے کسی فرد بشر کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ اب قیامت تک مائیں ایسے انسانوں کو پیدا کرنے سے بانجھ ہو چکی ہیں۔ زمین وآسمان جن کے دیدار کے لیے ہمیشہ ترستے اور خون کے گھونٹ پیتے ہی رہیں گے۔ دھرتی وآکاش کو "الانتظار اشد من الموت" کی حقیقت اور سچائی معلوم ہونے کے باوجود بھی ہمیشہ جن کا انتظار ہی رہے گا، جن کی عبادت وبندگی کی جگہیں اور اعمال صالحہ کے جانے کی راہیں ان کے لیے ہمیشہ آنسو بہاتے رہیں گے۔ لیکن انجام آخر کیا ہوگا؟ وہ بھی دیکھ کر اپنی حسرت کو تھوڑا سہارا دے ہی دیجیے۔ یعنی "بہت نکلے میرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے"

وہ عشاق تھے جو گذر گئے وحدتِ فردا لے کر
جا ڈھونڈ اُنھیں تو چراغ رخ زیبا لے کر

مضت الدھور وما اتین بمثلہ
ولقد اتی فعجزنا عن نظرائہ

اللہ ہم پوری امت کی طرف سے اپنے نبی اور ان کے جاں نثاروں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقوشِ حیات پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین! وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

☆.....☆.....☆

عظمتِ صحابہؓ اور ان کا معیارِ حق ہونا

از: حسین احمد قاسمی معروفی خادم جامعہ اکل کوا

صحابی: صحبت سے ماخوذ ہے اس کا لغوی مفہوم: دو افراد کا باہمی تعلق ہے، طویل ہو یا مختصر، حقیقی ہو یا مجازی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے "**فقال لصاحبه وهو يحاوره**" پھر بولا اپنے ساتھی سے جب باتیں کرنے لگا اس سے۔

اور "**قال له صاحبه وهو يحاوره**" کہا اس کے دوسرے ساتھی نے جب بات کرنے لگا اس سے۔

صحابی: اصطلاح میں ایسے شخص کو کہا جاتا ہے "جس نے بہ حالت ایمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ("ملاقات" کی تحت وہ تمام افراد آتے ہیں: جو طویل وقفے کے لیے آپ کی مجلس میں رہے یا مختصر وقفے کے لیے؛ آپ سے روایت نقل کی ہو یا نہ کی ہو؛ کسی غزوہ میں شریک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں؛ جس نے آپ کو ایک بار دیکھا؛ لیکن ہم نشینی کا شرف نہ ملا ہو اور جو کسی وجہ سے (مثلاً وہ نابینا تھا، آپ کا دیدار کرنے سے قاصر رہا ہو؛ لیکن آپ کی مجلس میں بیٹھا ہو، اس تعریف میں داخل ہے، اسی طرح انسان وجنات، مرد وعورتیں، آزاد وغلام سب داخل ہیں)۔

لہٰذا جس نے بہ حالت ایمان آپؐ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گیا، اور حالتِ ارتداد ہی میں مر گیا؛ وہ اس تعریف سے خارج ہے، جیسے عبداللہ بن خطل اور عبیداللہ بن جحش جو امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

البتہ جس نے بہ حالت ایمان آپؐ سے ملاقات کی، پھر مرتد ہو گیا، پھر آپ کی رحلت سے قبل دوبارہ مشرف بہ اسلام ہو گیا (خواہ آپؐ سے دوبارہ ملاقات کی ہو یا نہ کی ہو) وہ صحابی کی تعریف میں داخل ہے، مثلاً اشعث بن قیس، اور قُرّۃ بن ہبیرہ، جن کو صحابی شمار کرنے اور مسانید، سنن اور صحاح کی کتابوں میں ان کی احادیث کی تخریج کرنے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

صحابۂ کرام کی امتیازی خصوصیات:

چوں کہ اصحابِ نبی، نبی کی ان کوششوں کا ثمرہ تھے، جو انھوں نے ان کی تربیت، ان کے احساسات وجذبات اور عادات واخلاق میں انقلاب برپا کرنے کے لیے صرف کیں؛ لہٰذا اس باب میں رسولِ عربی امی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والی کامیابی اور دوسرے سابقہ انبیا ورسل کو ملنے والی کامیابی کے مابین، دور رس، گہرے اور حیرت انگیز فرق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آیئے موازنہ کریں، ایک طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفقا ہیں، جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا، ایک مرتبہ ایک لڑائی (جو کہ معلوم تھی) کے متعلق کہا تو ان کی قوم نے جواب دیا تھا کہ ہم ہرگز وہاں نہیں جاویں گے، تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی تسلی کے لیے فرمایا "تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ان پر چالیس برس، سرمارتے پھریں گے ملک میں، سو تو افسوس نہ کر، نافرمان لوگوں پر۔ (تفصیل سورۂ مائدہ آیت ۲۰...تا...۲۶ میں ملاحظہ فرمالیں)

دوسری طرف حضرات صحابہ کرامؓ ہیں کہ ایک مرتبہ بلا کسی سابقہ تیاری کے اچانک ان کی مڈبھیڑ ہوگئی، تو آپؐ نے مشورہ لیتے ہوئے فرمایا "لوگو مجھے مشورہ دو، تو حضرت ابوبکر و عمر نے تو عمدہ بات کہی ہی، دیگر حضراتِ صحابہؓ نے بھی عہد و پیمان کیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح جواب نہیں دیں گے، بل کہ ہم تو جی جان سے لڑیں گے کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں، یہ سن کر آپؐ باغ باغ ہوگئے اور فرمایا "چلو اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان دو جماعتوں میں سے کسی ایک کو ہمارے ہاتھ لگا دے گا، خدا کی قسم جیسے میں ان کافروں کے قتل ہو ہو کر گرنے کی جگہیں دیکھ رہا ہوں"۔ (مستفاد از: صحابۂ رسول اسلام کی نظر میں ص: ۷۷، بحوالہ: سیرت ابن ہشام)

اسی طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے لیجیے انہوں نے اپنی پوری زندگی اپنے رفقا اور حواریین کے دلوں میں محبت، مہربانی، نرم خوئی، خوش خلقی، حسن معاملہ کا بیج بونے میں صرف کر دی؛ لیکن ان کے حواریین نے خدا اور رسول خدا کی کما حقہٗ قدر نہ کی: چناں چہ انھوں نے ان سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا، پروردگار کی قدرت کا ثبوت پیش کرنے کو کہا اور اپنی نبوت میں سچا ہونے کی دلیل میں مائدہ کا مطالبہ کیا۔ (سورۂ مائدہ ۱۱۲:۱۱۴ر)

اس کے برعکس، صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی یہ درخواست نہیں کی، کہ اپنی نبوت کا ثبوت پیش کریں اور پروردگار کی قدرت کی دلیل دیں اور نہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا معجزہ مانگا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کی تائید ہو؛ اس لیے کہ یہ کم نگاہی، ناقدری، بے ادبی، بے وفائی اور جاں نثاری اور فرماں برداری کے فقدان کا مظہر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے دلوں میں، پھر ان کے واسطے سے مسلمانوں کے دلوں میں جو انقلاب برپا کیا تھا، وہ انسانی تاریخ میں ہر پہلو سے اور کم و کیف؛ ہر لحاظ سے ایک انوکھا انقلاب تھا: ایسا انقلاب جس نے تمام دانش وران عالم کو انگشت بدنداں کر دیا اور کرتا رہے گا۔

آپؐ کی مستحکم و مکمل تعلیم و تربیت نے جس نے انسانی طبائع کا رخ شر سے کلی طور پر خیر کی طرف موڑ دیا تھا، ایسا انسان پیدا کیا، جو ہر امتحان و آزمائش میں پورا اترا۔

اس انقلاب کا اثر محاسبۂ نفس کا استحضار:

اس انسان نے اپنے راسخ ایمان اور پاکیزہ قلب کے سبب اپنے نفس کو اپنا نگراں ومحافظ بنالیا تھا، کہ اگر کوئی معصیت سرزد ہوگئی تو خود ان کا نفس ان کو ملامت کرتا، اس کو مقررہ سزا کا سامنا کرنے پر مجبور کرتا، اس باب میں قابل وثوق اسلامی تاریخ ایسے عجیب وغریب واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ مثلاً: حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غامدیہ کی ایک عورت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعے بہت مشہور ہیں۔ (مسلم)

اصول وعقیدے کی راہ میں قربانی:

صحابۂ کرام کی اصول وعقیدے کی راہ میں جان ومال کی قربانی تو اتنی ہیں کہ اس کے لیے خود ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)۔

صحابۂ کرام سے محبت وعظمت سے متعلق اہل سنت والجماعت کے عقائد:

(۱) اہل سنت والجماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کو علامتِ ایمان شمار کرتے ہیں۔

(۲) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی سے براءت کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

(۳) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا کہنے اور صحابہ کرام پر طعن وتشنیع کرنے والوں کو منافق، فاسق اور فاجر گردانتے ہیں، کیوں کہ عظمت صحابہ قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ ومشائخ سے ثابت ہے، اس کے باوجود اگر کوئی ان کی شان اقدس میں گستاخی کرتا ہے تو اس کی گمراہی میں کوئی دورائے نہیں، ہم اس کے لیے صرف ہدایت کی دعا ہی کرسکتے ہیں۔

اسی طرح امت مسلمہ کا یہ متفقہ عقیدہ ہے" **الصحابة كلهم عدول** "صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں یعنی صحابہ میں سے کوئی نہ جھوٹا ہے نہ اپنی خواہشات کو اللہ اور اللہ کے رسول کی خواہشات پر ترجیح دینے والا ہے، اور نہ ہی ناانصافی کرنے والا ہے، اور نہ ہی قرآن کے اوامر اور نواہی کے خلاف کرنے والا ہے۔

بہرحال اولاً ہم عظمت صحابہ سے متعلق دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ اس کی روشنی میں ہر صاحب بصیرت اور صاحب ایمان کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہوجائے۔

عظمت صحابہ قرآن کریم کی روشنی میں:

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں" **الصراط المستقيم ○ صراط الذين انعمت عليهم** "صراط مستقیم کی تفسیر، صراط القرآن، صراط اللہ یا صراط الرسول سے نہیں فرمائی، اس لیے کہ لوگ اس کی تعیین میں اختلاف کرتے۔

لہٰذا حق تعالیٰ نے صراط مستقیم کی تفسیر "صراط الذین انعمت علیھم" سے فرمائی یعنی صراط مستقیم، منعم علیہم کی جماعت کا راستہ ہے، یہی جماعت "صراط مستقیم" کی تعیین کرے گی، جس طرح کتاب اللہ کو بدون سنت رسول اللہ سمجھنا محال ہے، اسی طرح سنت رسول اللہ کو بدون واسطہ صحابہ کرامؓ سمجھنا محال ہے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولّٰی ونصله جهنم وساءت مصیرًا"۔ (پ۵ سورہ نساء آیت ۱۱۵)

یشاقق الرسول پر یتبع غیر سبیل المؤمنین کا عطف تفسیری ہے، یعنی رسول اللہ کی سبیل کی تعیین، صحابہ کرام کی ایک جماعت اپنے قول وعمل سے کرے گی، ان کے راستے سے انحراف، رسول کے راستے سے انحراف اور موجبِ جہنم ہوگا۔

(۲) کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله.

(پ۴ آل عمران آیت ۱۱۰)

"اخرجت للناس" فرما کر صحابہ کرام کی اتباع کو واجب اور ان کے طریق کو لوگوں کے لیے حجت قرار دے دیا، یہ بات ہر شخص کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اسلام عہدِ رسالت میں ان ہی دیوانوں سے پھیلا، جنہوں نے خدا اور رسول کے عشق میں اپنی جان و مال اور عزت سب کچھ لٹا دیا، اور سخت سے سخت آزمائش کے مقابلے میں آگے بڑھتے رہے۔

صحابہ کرام کی شان اور ان کا شرف خود ان کے لفظِ صحابی سے نمایاں ہے کہ انہوں نے سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور جس ذات گرامی پر قرآن پاک نازل ہوا، ان ہی کی زبان مبارک سے سنا، اور اسی ذات گرامی کے فیضانِ صحبت سے صحابہ کرام کی نفوس کو براہ راست تزکیہ کا شرف حاصل ہوا، جن کے معلم، مربی اور مزکی براہ راست خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو پھر استاذ کی بلندیٔ شان تربیت کا اثر شاگردوں پر کیا ہوگا۔

(۳) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا، ومغانم کثیرة یأخذونها وکان الله عزیزًا حکیمًا۔

(پارہ ۲۶، سورۂ فتح، آیت ۱۸)

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اصحاب بیعت تحت الشجرۃ کے سلسلے میں اپنی رضامندی کا اعلان کیا (اور اسی وجہ سے اس کو بیعت رضوان کہتے ہیں) کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک درخت کے نیچے دم عثمان کے سلسلہ میں بیعت کی تھی، ان کی تعداد تقریباً ۱۴۰۰ تھی۔

(۴) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (پارہ ۱۱، سورۃ توبہ، آیت ۱۰۰)

اس آیت کریمہ میں صحابۂ کرام کو دو طبقوں میں تقسیم کیا گیا: سابقین اولین کا طبقہ اور بعد والوں کا طبقہ؛ دونوں کے بارے میں اعلان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں؛ اور یہ دونوں ہی طبقے ہمیشہ کے لیے جنت میں جائیں گے۔

آیت کریمہ بتاتی ہے کہ شہادت الٰہی کے بموجب صحابۂ کرام بحالت ایمان اس دنیا سے رخصت ہوئے، چناں چہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''اللہ کی رضا ایک قدیم صفت ہے خدا کسی ایسے ہی بندے سے راضی ہوگا جس کے بارے میں اس کو معلوم ہو کہ وہ رضا کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور اللہ جس سے راضی ہوگیا اس سے کبھی ناراض نہیں ہوسکتا''۔

(۵) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○ يبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان وجنت لهم فيها نعيم مقيم○ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۲۰، ۲۱)

آیت کریمہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو رحمت، رضامندی اور جنتوں کی بشارت دی ہے، جہاں دائمی، لازوال، کبھی ختم نہ ہونے والے آرام میں مزے سے رہیں گے، اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے اور اس بشارت کی بعد، انھیں کسی بھی چیز کی کوئی ضرورت نہیں، خواہ کتنی ہی بیش بہا اور عالی قدر کیوں نہ ہو۔

(۶) لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○ (پارہ ۲۸، سورۂ حشر، آیت ۸، ۹، ۱۰)

ان آیاتِ کریمہ میں بھی اللہ رب العزت نے پہلے مہاجرین پھر انصار پھر بعد میں مسلمان ہونے والے لوگوں (صحابہ کرام) کی فضیلت کو بیان کیا ہے، بایں طور کہ عہد رسالت کے تمام موجود اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کا تین طبقہ کر کے ذکر کیا ہے، پہلا مہاجرین کا جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا ''اولئک هم الصادقون '' دوسرا انصار کا جن کی صفات وفضائل ذکر کرنے کے بعد قرآن نے فرمایا ''اولئک هم المفلحون '' تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو مہاجرین اور انصار کے بعد قیامت تک آنے والا ہے۔

عظمتِ صحابہ احادیث کی روشنی میں:

(۱) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں ''لاتسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیده لو انفق احدکم مثل اُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ ولا نَصِيفَهُ (بخاری)

مسلم شریف کی روایت میں ''لاتسبوا '' کے بعد ''احدامن '' ہے۔

اس روایت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تنبیہ کی کہ اے لوگو! میرے صحابہ کو برا مت کہو کیوں کہ تم میں سے کوئی آدمی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے، تو صحابہ کے ایک مد بل کہ آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مغفل ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''الله الله فی اصحابی، لا تتخذوهم غرضا من بعدی، فمن احبهم فبحبی احبهم، ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم، ومن اذاهم فقداذانی، ومن اذانی فقدآذیٰ الله، ومن آذیٰ الله فیوشک ان یأخذ ''۔ (ترمذی، مسند احمد) ان کو ''نشانہ نہ بناؤ'' کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام کو نشانہ بنا کر ان پر اپنی زبان کا تیر نہ چلاؤ۔

(۳) ایک حدیث میں ہے ''ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، سعید بن زید جنت میں ہیں، اور ابوعبیدہ بن جراح جنت میں ہیں'' ﷺ (ترمذی)

(۴) حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ''اطلع الله علی أهل بدر، فقال اعملوا ماشئتم فقدغفرت لکم ''۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ نے (آسمان پر سے) بدر والوں کو دیکھا اور فرمایا: اب تم جو چاہو کرو، میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

(۵) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا یدخل النّار احدٌ ممّن بایع تحت الشجرة" (مسلم)

(۶) مامن احد من اصحابی یموت بارض الا بُعث قائدًا ونورًا لھم یوم القیامة (ترمذی/مشکوٰۃ)۔

(۷) ایک حدیث میں ہے "مثل اصحابی فی امتی کالملح فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالملح" (شرح السنہ بحوالہ مشکوٰۃ) یعنی صحابۂ کرام کے ساتھ اچھا عقیدہ رکھے بغیر امت کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔

(۸) علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا عضوا علیھا بالنواجذ۔ اس حدیث میں یہ وضاحت کر دی گئی کہ میری سنت صرف وہی ہوگی جس کی تعیین خلفاء راشدین کریں گے۔

مستند رستے وہی مانے گئے جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

(۹) عن عمر بن الخطابؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الا وان اصحابی خیارکم فاکرموھم (کنز العمال مختصرًا)۔

(۱۰) عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمس النار مسلمًا رآنی اور أی من رأنی (ترمذی)۔

عظمتِ صحابہ: آثارِ صحابہ کی روشنی میں:

(۱) عن البراء رضی اللہ عنہ قال لا تسبوا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوالذی نفسی بیدہ لَمقام احدھم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من احدکم عمرہ (کنز العمال)۔

(۲) عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال یا ایھا الناس لا تسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فان مقام احدھم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساعة خیر من عملکم اربعین سنة"۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک مرتبہ وعظ کے درمیان لوگوں سے عرض کیا کہ ''اے لوگو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی مت دو، اس لئے کہ صحابہ کرام کا ایک گھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گذارنا تمہارے چالیس سال کے اعمال سے بہتر ہے۔

عظمتِ صحابہ، ائمہ کرام اور مشائخ عظام کے اقوال کی روشنی میں:

(۱) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ''صحابہ کرامؓ کا ذکر ہمیشہ خیر سے ہی کرنا چاہیے''۔

(۲) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ''جو شخص کسی صحابیؓ پر عیب یا نقص کا الزام لگائے تو اس پر شرعی سزا واجب ہے''۔

(۳) قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں ''اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ کو برا کہنا حرام ہے ایسا کرنے والا ملعون ہے''۔

(۴) حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب حق تعالیٰ کسی کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں تو رسوائی سے قبل اس کے اندر پاک اور مقبول بندوں پر اعتراض کا میلان پیدا ہوتا ہے''۔

(۵) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اک صحابی سے بھی ہے گر سوءِ ظن ہے وہ بے شک لائق گردن زدن

(۶) مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ فرماتے ہیں ''اگر کسی استاذ کے سو شاگرد ہوں اور سب کے سب فیل ہو جائیں تو استاذ پر بالیقین حرف آئے گا؛ لہٰذا جملہ صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق سے گرا دینا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کو لازم کرتا ہے''۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان تمام آیاتِ کریمہ احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ ومشائخ کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوگئی کہ صحابہ کرام کا مقام ومرتبہ کیا ہے اور ان تمام خوبیوں کے ثبوت کے بعد اب دنیا میں کسی کو یہ مجال نہیں کہ وہ صحابہ کرام کی مقدس ہستیوں پر طعن وتشنیع کرے اور ان کو اپنا ہدف تنقید بنائے، اگر بناتا ہے تو اپنے ایمان کی خیر منائے۔

ابوعروہ زبیریؒ کہتے ہیں ''میں ایک روز حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تھا، لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا، جو صحابہ کو برا کہتا تھا، امام مالک نے سورۂ فتح کی (آیت ۲۹ر) ''ذلک مثلھم فی التورٰۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار'' تک تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کے متعلق غیظ ہو، وہ اس آیت کی زد میں آتا ہے (یعنی اس کا ایمان خطرے میں ہے) کیوں کہ آیت میں کسی صحابی سے غیظ، کفار کی علامت قرار دی گئی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

اتنے صاف اور واضح دلائل کے بعد صحابہ کرام کے معیارِ حق ہونے میں اگر کسی کو شبہ ہو تو یہ اس کے گم راہ ہونے کے لیے کافی ہے، ہم اس کی ہدایت کے لیے صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔

رہا حضرات صحابہؓ کی لغزشیں تو وہ تکوینی طور سے کرائی گئی ہیں، جیسے کہ ایک حدیث میں خود آپؐ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ میں نماز میں بھولتا نہیں بل کہ جبراً بھلایا جاتا ہوں، تاکہ طریقہ بتلاؤں یعنی تمہارے لیے نماز میں بھولنے کے احکام سجدۂ سہو وغیرہ کا طریقہ بتاؤں۔ (اوجز المسالک ج ۱ ص: ۳۱۷)

اور یہ سب معاملات ''تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر'' کی قبیل سے ہے۔

یہ مضمون تفصیل طلب ہے جن کو تفصیل مطلوب ہو مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) شانِ صحابہؓ.....از: حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔

(۲) مقامِ صحابہؓ.....از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ۔

(۳) عظمتِ صحابہؓ.....از: حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاج پوریؒ۔

(۴) صحابۂ رسولؐ اسلام کی نظر میں.....از: مولانا نور عالم خلیل امینی مدظلہٗ۔

(۵) محسنینِ اسلامؓ.....از: پیر فقیر مولانا ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مدظلہ۔

(۶) نمازِ احناف.....از: مفتی حبیب الرحمٰن صاحب الٰہ آبادی مدظلہٗ۔

(۷) توہینِ صحابہؓ کا انجام.....از: مفتی محمد عمر صاحب جونپوری دامت برکاتہم۔

☆.....☆.....☆

ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہوکر

محمد ناظم علی/ استاذ جامعہ اکل کوا

﴿محمد رسول اللہ و الذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود الخ﴾

قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذروں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہوکر

اس معمورۂ عالم میں انسانیت کی اصلاح وفلاح اور اس کی بہبود کے لیے رب العرش العظیم نے روزِ اول ہی سے مذاہب اور رسل کا سلسلہ جاری فرمایا۔ محض اس لیے کہ دنیا میں انسان ایک اچھی، پاکیزہ اور نفیس زندگی گزار سکیں۔ اور بعدِ مرگ جب اس کا سامنا اس کے خالق ومالک اور اس کے پالنہار سے ہو تو اس کو خفت کا سامنا نہ ہو اور اس کو منہ چھپانے کی نوبت نہ آئے کہ انسان ہیں جو خیر وشر دونوں مادوں سے مرکب ہیں تو کہیں شر کا غلبہ اور ہجوم نہ ہو اور وہ اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھے۔ بنابریں مہربان آقا نے انبیاء ورسل اور کتبِ سماویہ کی شکل میں ایک ایک نورانی سلسلہ جاری فرمایا، جو ہر زمانے میں اس عہد کے لوگوں کے لیے ایک دستور کی حقیقت قرار پایا۔ گویا انسان کو اپنی حیاتِ مستعار کو پورا کرنے کے لیے ایک دستور دیا گیا اور ان کو اس کا پابند قرار دیا گیا۔

اسلام ایک کامیاب نظام حیات ہے:

اسلام ایک دستور حیات ہی نہیں؛ بل کہ کامیاب زندگی گزارنے کا ایک صحیح نظام حیات ہے۔ صرف چند افکار وخیالات یا چند اصول ونظریات کا نام اسلام نہیں؛ بل کہ یہ حیاتِ انسانی کے تمام شعبوں پر محیط ایک خدا رسید مذہب اور دین ہے۔ ﴿ان الدین عند اللہ الاسلام﴾ کہ یہ خالق ومالک کا محبوب وپسندیدہ دین ہے، جہاں ہر شعبہ ہائے حیات کے لیے اس کے یہاں مضبوط وراسخ قواعد وضوابط ہیں، وہیں اس کو آخری شریعت آخری مذہب اور آخری دین ہونے کا تمغہ بھی حاصل ہے۔ اقوامِ عالم نے قبل از اسلام بہت سے مذاہب وادیان بھی دیکھے ہیں ﴿لکل امۃ جعلنا منسکا﴾ رسالتیں اور شریعتیں بھی دیکھیں ﴿لکل جعلنا منکم شرعۃ و منھاجا﴾ صرف ان کو شریعت ومذہب دیا ہی نہیں گیا؛ بل کہ اس کی حامل وامین بھی وہ قرار پائی۔ ﴿یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم و انی فضلتکم علی العلمین﴾ یقیناً وہ قومیں اس بارِ امانت کو سنبھال نہ سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تعلیم، وہ شریعت، وہ مذہب، وہ دین اور وہ دستورِ عمل ہوا وہوس کا شکار ہوکر خلط ملط اور من گھڑت اساطیر کا پلندہ بن گیا؛ بل کہ سوقیانہ زبان میں کہا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ”وہ دین چوں چوں کا مربہ بن گیا“۔ قرآن

مجید نے ان کی اس ہرزہ سرائی اور بددیانتی کو طشت از بام کیا۔ "یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق و لا تتبعوا اهواء قوم قد ضلوا" مگر شریعت اسلامیہ محمدیہ کا یہ امتیازی وصف ہے کہ یہ آخری شریعت ہے اور "لا یمحی اور لا یبدل" اس کی شان رکھتی ہے۔ "لا شریعة بعد شریعتی و لا امة بعدامتی" اس کا مرتبہ ہے، (کہ میری شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں نا ہی میری امت کے بعد کوئی امت) اور قرآن مجید نے دوٹوک لفظوں میں اس کی پشت پر مہر تصدیق ثبت کردی ﴿الیوم اکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾ اپنی بڑی نعمت کی تکمیل اللہ پاک نے اسلام کو آخری مذہب کی شکل دے کر انسانوں کو عنایت فرمادیا کہ ہر شریعت جبرئیل علیہ السلام اور کسی نہ کسی رسول کے واسطے سے آئی؛ چناں چہ یہ آخری شریعت ہے اور امت بھی آخری امت ہے۔ تو اب نبوت و رسالت کا دروازہ بھی مقفل اب اگر کوئی چور دروازہ سے داخلہ کی کوشش کرے گا (جیسا کہ مرزا قادیانی و دیگر نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے کیا) تو یقیناً وہ خائب و خاسر اور ناکام و نامراد ہی ہوگا۔ ساتھ ہی دنیا و آخرت کی ذلت کبریٰ بھی اس کو ملے گی۔ اسی لیے صاحب شریعت صاحب کوثر صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف ستھرے لہجہ میں اظہار فرمایا" انما انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" ۔ تو جب یہ محقق ہے کہ اسلام آخری شریعت و مذہب اور قیامت تک آنے والی انسانیت کا نجات دہندہ بھی ہے تو لازمی تھا کہ صبح قیامت تک وہ محفوظ و مامون بھی ہو جائے اور دیگر مذاہب کی طرح ہوا و حرص کا شکار نہ ہو۔ اس کے ایک ایک جز ایک ایک حصہ (پارٹ) اور ایک ایک حکم کی عملی تشکیل بھی ہوتی رہے۔ نیز علمی و عملی ہر دو جانب سے حفاظت و صیانت بھی ہو جائے۔ ضروری تھا کہ ایک ایسا طائفہ ایک ایسا گروہ اور ایک ایسی جماعت وجود پا جائے جو شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کے علم و عمل کے پاسبان و امین ہو۔ اور وہ جماعت وجود میں آئی اور واقعہ یہ ہے کہ دونوں ہی جانب سے حفاظت کا انتظام فرمایا، علم بھی محفوظ اور طور طریقہ اور انداز عمل بھی محفوظ۔

حقیقت یہ ہے کہ تحفظ کے جتنے ذرائع ہیں ان میں سب سے زیادہ مستحکم اور مضبوط ذریعہ و واسطہ حضور صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ اور آپ کے جمال آرا کے دیدار سے مشرف ہونے والا گروہ اور جماعت جو جنود الرحمٰن اور طائفہ یزدانی کہلانے کی مستحق ہے، وہ درحقیقت صحابہ کرامؓ کی ذات بے بدل ہے۔ وہ ان نفوس قدسیہ پر مشتمل قافلہ ہے جنہوں نے براہ راست حامل وحی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا، ان سے کسب و اکتساب کیا فیضیاب ہوئے، اور حق یہ ہے کہ کٹھن سے کٹھن اور خدا بیزاری کے ماحول میں بھی وہ شریعت کے حامل و امین رہے۔ اور انہوں نے اس پر سختی سے عمل بھی کیا نہ صرف عمل کیا بل کہ آنے والی نسلوں تک من و عن پہنچا بھی دیا۔ صحابہ کا یہ امتیازی وصف ہے کہ انہوں نے نگاہ نبوت کے نیچے منشائے خداوندی کے مطابق اپنے دین و اعمال اور ہر چھوٹے بڑے عمل کو درست کرلیا تھا۔ یہ افتخار بھی انہیں کو نصیب ہوا کہ ذرا خامی ہوئی تو حق جل مجدہ نے عرش بریں سے جبرئیل کو بھیجا اور ان

کی اصلاح فرمادی۔اسی اصلاح شدہ جماعت کے سلسلہ میں قرآن پاک گویا ہوا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ.

ظلمت کدہ یہ نور کی کرنوں کو ڈال دے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ مجھ جیسے گنہ گار کی قسمت اجال دے

اصحاب مصطفیٰ نے گذاری جو زندگی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ میری حیات کو بھی اسی پیکر میں ڈھال دے

ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

صحابہ کا مقام منزل من اللہ ہے:

چمنستان اسلام اور گلشن نبوی کی آبیاری حضور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہو کر اور آپ کے ایماواشارے پر جن پاکباز بزرگ اور مقتدر ہستیوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر کے اسلام کے صحرائے عرب احد نخلستان سے نکال کر قیصر وکسریٰ کے بلند وبالا ایوانوں اور مصر وفلسطین کے سبزہ زاروں اور ہند وافغان کے کہساروں تک پہنچایا، وہ وہ حضرات ہیں جن کو اصطلاح میں صحابہ کرامؓ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔جن کا مقام ومرتبہ دنیا کے کسی آرگنائزیشن یا کسی عرب لیگ یا کسی مسلم فاؤنڈیشن یا کسی اسمبلی اور پارلیمنٹ کا عطا کردہ نہیں ہے یا کسی ظالم وجابر یا عادل شہنشاہ کا نہیں ہے بل کہ یہ مقام ومرتبہ منزل من اللہ اور شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے، جس کو اب کسی سرٹیفکیٹ اور سند کی قطعاً ضرورت نہیں ،انہیں باکمال، پاکباز،ثاقب ذہن اور روشن ضمیر شخصیتوں میں ایک شخصیت عظمیٰ سیدنا امیر معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ کی ہے، جن کا مقام اعلیٰ وبالا اور بہت ہی نرالا ہے۔

صحابہ کرام کے سلسلے میں لب کشائی کی گنجائش نہیں:

میرا ایمان ہے، شمس وقمر، مریخ وثریا کو بولنے کی طاقت دی جائے، وحوش وطیور، درندوں وپرندوں اور چرندوں کو طاقت گفتار بخشی جائے اور تو اور دریا کا قطرہ قطرہ، ریت کا ذرہ ذرہ اور درخت کا پتہ پتہ گواہی دے گا کہ امانت، دیانت، سچائی، ایمان داری، فدا کاری، جاں نثاری، رحم وکرم، عفو ودرگزر، حلم وسخاوت، خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک جیسی لاتعداد خوبیاں وکمالات ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل اور اتم درجہ میں تھے۔اور انہیں خوبیوں سے متصف وہ جماعت بھی تھی، جن کو اصحاب نبی کہا جاتا ہے؛ یہی وہ جماعت ہے جو جماعت انبیا کے بعد روئے زمین پر ان کے مقام ومرتبہ کا حامل کوئی اور نظر نہیں آتا۔دوسرے لفظوں میں یہی کہا جائے گا، کہ وہ جماعت جنتی جماعت اور وہ گروہ جنتی گروہ کہلایا، جن کے بارے میں لب کشائی کی گنجائش بعد والوں میں کسی کو نہیں، کوئی شخص چاہے کتنا ہی صاحب فہم وذکا ہو، تقویٰ کے کتنے ہی بلند وبالا مقام پر فائز ہو، مگر اس کو حق نہیں کہ وہ شان صحابیت میں گستاخی کا مرتکب ہو، کیوں کہ زبانِ وحی الٰہی نے ان کو بڑا امتیاز اور تفوق بخشا ہے۔

﴿اولئک حزب اللہ. الا ان حزب اللہ ھم المفلحون﴾ انہیں حزب اللہ کہا۔ ساتھ ہی کامیابی کی ضمانت دے دی گئی۔ اور فرمایا: رجال صدقوا ما عاھدو االلہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا.

ذرا غور کریں! کس انداز سے قرآن پاک ان کی منقبت کے پھول نچھاور کر رہا ہے۔ کیا تعریف و توصیف ان اصحاب رسول کی؛ کی جارہی ہے۔ اللہ ان کو سچا گردانتا اور ان کو وفادار کہتا ہے، تاجدار نبوت اپنی زبان پاک سے فرمارہا ہے۔ اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم.

شراح حدیث اور محدثین عظام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عموم ہے۔ اور صحابی کا اطلاق ہر اس ذات پر ہوتا ہے، جس نے ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو اور ایمان ہی کی حالت پر خاتمہ ہوا ہو۔

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان اپنی ذات کے آئینہ میں:

معاویہ کون؟ سیدنا ابی سفیان بن حرب کے صاحب زادے اور خاندان بنی امیہ کی ایک باوقار شخصیت۔ امیر معاویہ کون؟ کاتب وحی اور ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد خاص، جو ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کے توسط سے خال المومنین کہلائے۔ امیر معاویہ کون؟ ایک عظیم فاتح جس نے دمشق اور ملک شام فتح کر کے سب سے پہلے اسلامی بحری بیڑہ بنایا۔ ہاں ہاں! ایک عظیم رہنما، قائد اور سالار اعظم جس نے دمشق و شام اور فلسطین کی نصرانیت وعیسائیت کو ان کی اوقات یاد دلادی۔ ہاں ہاں! وہی امیر معاویہ جس نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس اشاعت اسلام اور تبلیغ دین حنیف کے لیے صرف کر دیا۔ جہاں تک آپ کے قبولیت ایمان کا مسئلہ ہے تو بہ قول مؤرخین: کہ آپؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ایمان اپنا لیا تھا، تاہم فتح مکہ کے وقت اعلان واظہار فرمایا۔ اور انہیں کے ساتھ ان کی والدہ محترمہ سیدہ ہند بنت عتبہ اور والد ابوسفیان بھی مشرف باسلام ہوئے اور مقام صحابیت سے سرفراز ہوئے۔ معاویہ وہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جنہوں نے حضور شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہ کر اخلاق فاضلانہ اور کردار قاہرانہ حاصل کیا اور کلام اقبالؒ کا سہارا لے کر کہیں تو کہا جاسکتا ہے۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جان پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

آپ تو میرِ کارواں ہی رہے اور ان صفات کے بخوبی حامل تھے۔ اسی طرح ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ — غالب و کار آفریں، کارکشا و کارساز
خاکی و نوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات — ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل — اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز
نرم دم گفتگو گرمِ دم جستجو — رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

معاویہ کاتبِ وحی تھے:

مؤرخین اور سیرت نگار لکھتے ہیں: بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال قبل آپ کی ولادت با سعادت ہوئی۔ سیدنا معاویہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما و اشارے پر فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین و طائف میں شرکت فرمائی، اپنی فطری بہادری اور جنگجویانہ لیاقت کا اظہار فرما کر خوب دادِ شجاعت حاصل کرتے رہے۔ آپؓ وادیٔ قریٰ کے بڑے ہی عقیل و فہیم اور پڑھے لکھے لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ بنابریں حضور ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر تھے اور قدرت کی طرف سے ایک بہت بڑا وقار و افتخار عنایت فرمایا گیا تھا کہ کتابت وحی کے منصب پر فائز تھے۔ علاوہ ازیں کچھ اور بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھوانا ہوتا تو بڑے پیار و وقار سے معاویہؓ کو طلب فرماتے۔ اللہ اکبر! ذاتِ معاویہ کتنی معتمد تھی اللہ و رسول اللہ کی نگاہ میں۔ حضرت معاویہ کو یہ شرف بھی ملا کہ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ وقت حاضر باش اور خادم خاص تھے۔ اور پہلوئے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ باریاب ہوتے رہے ہیں۔ شاہوں کے نام خطوط ارسال کرنا، آئے خطوط کے جوابات ارسال کرنا بھی آپ کو مقدر ہوا۔ اور آپ کے موئے مبارک کی تراش خراش کے مواقع آپ کو نصیب ہوئے۔ معاویہ کے مقدرات کا اوج بھی ملاحظہ فرمائیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں!

ساقی کوثر کی دعا معاویہؓ کے حق میں:

معاویہ وہ بانصیب اور صاحبِ تقدیر شخص ہیں جن کے لیے حضور شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنا دامن مراد اپنے رب کے سامنے پھیلایا اور بارہا آپ کے حق میں دعائیں فرمائیں۔ ایک مرتبہ رحمت کردگار کی رحمت کا دریا موجزن تھا اور فضل الٰہی کی بادِ بہاری جاری تھی کہ کونین کے سرور کی زبانِ حق پرست پر یہ الفاظ جاری ہوگئے " اللھم اجعل معاویۃ ھادیا و مھدیا" بارالٰہا! معاویہؓ کو ہادی و مہدی بنا۔ بارالٰہا! معاویہؓ کو کتاب و سنت اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو عذاب سے محفوظ فرما۔ ان ارشادت کی قرأت و سماعت کے بعد اب کون بہادر ہے جو معاویہؓ کی شان میں گستاخ ہو۔

ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کا انتخاب:

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے علم وشعور اور انکی دینی حمیت وغیرت اور اسلامی حس سے کون ہے، جو واقف نہیں۔ آپؓ کی ذات نادر الوقوع شخصیتوں میں سے ہے اور ایسی شخصیتیں زمین پر خال خال ہی جلوہ افروز ہوتی ہیں۔ حق زبان عمر سے نکھرتا تھا۔ سب سے بڑھ کر عمر مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اشخاص وافراد کی خصلتوں اور طبائع سے آپ بخوبی واقف تھے اور اس میں بڑا درک رکھتے تھے۔ اور طبائع انسانی کے بڑے شناور تھے۔ سیدنا عمر نے جب حمص پر عمیر بن سعد کو ہٹا کر وہاں سیدنا معاویہؓ کا انتخاب فرمایا اور حمص کی عمارت آپؓ کے سپرد فرمائی اور وہاں کا حاکم مقرر فرمایا تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا۔ تو سیدنا عمر بن سعدؓ (جن کو ہٹایا گیا ہے) حضرت امیر معاویہ کے حق میں کہنے لگے کہ لوگو! معاویہ کا تذکرہ سوائے خیر وخوبی کے نا کرو۔ میں نے محبوب کبریا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! تو معاویہ کو ہدایت نصیب فرما؛ یہی نہیں ایک امت کی عظیم شخصیت عبداللہ ابن عمرؓ جو محبوب خدا اور خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کے بھی محبوب ہیں، فرماتے ہیں: کہ میں نے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں امیر معاویہ سے زیادہ صاحب سیادت وحکمرانی کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر معاویہ کے مقدر کا اوج تو دیکھیے! جبرئیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرما رہے ہیں کہ یا رسول اللہ معاویہؓ کے حق میں وصیت فرمائیے۔ کہ یہ اللہ کی کتاب کے امین اور عمدہ امین ہیں" پھر حدیثوں میں یہ بھی مندرج ہیں۔ گویا خلافت کی پیشین گوئی ہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ جب تجھے اللہ اور جہاں بانی مقدر ہو جائے تو لوگوں سے بہتر معاملہ کرنا، پھر دمشق شام اور حمص کے لوگوں نے دیکھا اور تاریخ شاہد ہے کہ معاویہ نے لوگوں سے بہتر ہی سلوک کیا۔ انہوں نے بھلائی اور خیر سے کبھی اپنا دامن نہیں جھٹکا، اور اس کے بعد خیر وصلاح اور انسانیت کی فلاح ان کی فطرت ثانیہ بن گئی، خدا سے باغی انسانوں کو خدا سے ملانے کا شوق ایسا دامن گیر ہو گیا کہ بعد مرگ ہی اسے چھٹکارہ مل سکا، اور بقول شاعر کے!

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

اول جیش من امتی:

بے شمار روایات کتابوں میں درج ہیں، حضور صاحب قاب قوسینؐ فرماتے ہیں: اول جیش من امتی لغزو البحر فقد او جبو ا. کہ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو بحری جنگ لڑے گا اس پر جنت واجب کر دی گئی۔ یہ فرمان کس کے حق میں ثابت ہوا ہے؟ تاریخ بتلا رہی ہے کہ پہلا بحری بیڑہ اسی مرد کار اور مرد میدان معاویہ کا کارنامہ ہے۔ شیعیت اور رافضیت کی دلدل میں پھنسے انسانوں اور ان کی مزخرافات سے متاثر ہونے والوں اور ذات معاویہ میں کیچڑ ٹٹولنے والوں کو تاریخ وحدیث کا کھلے دل سے مطالعہ کرنا چاہیے اور

فرمان الٰہی اور فرمان رسول پر آنکھیں مرکوز کرنا چاہیے۔ یہ بھی محقق ہے کہ چاروں خلفا کے ادوار میں آپ نے اسلامی لشکر کی کمان سنبھالی ہے، جو اسلامی تاریخ؛ بل کہ دنیا کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

یہی اسلام کا بطل جلیل ہے، جس نے اسلام کو جزیرۃ العرب سے نکال قلات، قندھار، قیقان، مکران، سمرقند، بخاریٰ، سیستان، ترمذ، اسی طرح حمص، شمالی افریقہ، جزیرۃ روڈس، سندھ، جزیرۃ اروڈ، کابل، صقلیہ سمیت مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کے ۲۲/ لاکھ مربع میل سے زیادہ علاقہ میں اسلام کی روشن تعلیمات کو پہنچادیا۔ جب سبائیوں اور منافقوں نے اسلام کے مرکز میں سیندھ لگائی، جس کے سبب مسلمان انتشار اور تشتت کا شکار ہوئے۔ جس کے ضمن میں جنگ جمل وجنگ صفین کا دل دوز مرحلہ پیش آیا اس افتراق وانتشار سے جب شاہ روم نے حملہ آور ہوکر فائدہ اٹھانا چاہا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نور سے اس کو محسوس کرلیا۔ پھر وہ گرج کڑک اُس کو سنائی کہ وہ روباہی میں ہی عافیت محسوس کرنے لگا۔ معاویہ نے اسلامی گہار (دہاڑ) سنائی اور فرمایا: اور ومی گدھ! اللہ کی قسم اگر تو اس اقدام سے باز نہیں آیا تو یاد رکھ کہ علی کے لشکر کا پہلا آدمی میں رہوں گا۔ اور باوجود زمین کشادہ ہونے کے تجھ پر تنگ کردوں گا، یہ بجلی اور صاعقہ بن کر لشکر تثلیث پر گر پڑی، ان کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی کہ وہ معاویہ کو بہت اچھی طرح جانتے تھے؛ چناں چہ اس نے فوراً صلح کا پیغام بھیجا۔

آج مسلم حکومتوں کو اِس ضمن میں ہوش کے ناخن لینا چاہیے۔ کہ فلسطین ۸ دہائیوں سے مشق ستم بنا ہوا ہے۔ شام (سریا) ۶/۷ سالوں سے اپنے لاکھوں جیالوں کو اپنے سینے پر تڑپتا دیکھ رہا ہے، جس میں بچے، بوڑھے، مرد، عورت اور جوان سب ہیں۔ افغان وعراق، مصر ولبنان اور دیگر کئی ممالک ہیں، جن کو (حکمرانوں میں فکرِ معاویہ اور انکی طرح حساس طبیعت) نہ ہونے کے سبب خاک وخون میں غلطان وپیچاں کر چھوڑا جارہا ہے۔ اے کاش مسلم حکومتیں کچھ اس طرح کا احساس پیدا کرے تو یقیناً ماحول بدل سکتا ہے۔ علامہ اقبال سے سنیے

تیرا اے قیس کیوں کر ہو گیا سوز دروں ٹھنڈا — کہ لیلی میں تو اب تک ہے وہی انداز لیلائی
نہ تخم لاالٰہ تیری زمین شور سے پھوٹا — زمانہ بھر میں رسوا ہے تیری فطرت کی ناز آئی

رفاہِ عام کے امور اور نئی ایجادات:

مورخین رقمطراز ہیں کہ سیدنا حسن بن علیؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد 661ء میں سیدنا امیر معاویہؓ پورے عالم اسلام کے بلا اختلاف خلیفہ تسلیم کرلیے گئے۔ اور تقریباً ۲۰/سال تک اسلام کی مایہ ناز خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران بڑے اولوالعزم رفاہی کام انہوں نے انجام دیے۔ دمشق میں سب سے پہلے اقامتی ہاسپٹل کی بنیاد رکھی اور دمشق میں پہلا اقامتی ہاسپٹل بنوایا تھا، تجارت وزراعت کو خوب فروغ دیا، بیت اللہ اور دیگر کئی قدیم مساجد کی از سر نو تعمیر فرمائی۔ علم الجراحت کی تعلیم کا آغاز کیا، سرحدوں کی حفاظت کی، اسلامی کاز کی وسعتوں کے

ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہوکر

لیے قلعوں کی مرمت بھی فرمائی اور نئے نئے قلعہ جات بھی تعمیر فرمائیں۔ فوجوں کے لیے مستقل مستقر (کوارٹر) بھی بنوائیں۔ امن عامہ کی بحالی کے لیے محکمہ پولس کو وسعت و ترقی دی، جس کو خلیفۂ ثانی سیدنا عمر نے قائم فرمائے تھے۔ دارالخلافہ دمشق نیز تمام صوبوں میں قومی و صوبائی اسمبلی کے طرز پر مجالس شوریٰ قائم فرمائی۔ یہ ہے خال المومنین سید نا امیر معاویہ، جن کا کردار میں اپنی اس بے جوڑ تحریر میں نہیں لاسکتا۔ ''سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے''۔

معاویہ حزب اللہ کا ایک حصہ ہے:

معاویہ! معاویہ ہے، جن کے مقام و مرتبہ کا کیا پوچھنا۔ قرآنی اصطلاح کے مطابق وہ حزب اللہ کا ایک حصہ ہے۔ قرآن نے اسی حزب اللہ کو خیر البریہ کہا۔ اور فرمایا ﴿جزاء هم عند ربهم جنٰت عدن تجری من تحتها الأنهٰر خٰلدين فيها أبدًا رضى الله عنهم ورضوا عنه ذٰلك لمن خشى ربه﴾ شانِ معاویہ کو خاطر میں نہ لانے والے آئے! قرآنی حکیم سے پوچھے! قرآن کہہ رہا ہے ﴿محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعًا سجدًا يبتغون فضلاً من الله و رضوانًا سيما هم في وجوههم من اثر السجود﴾ اللہ اکبر! کس کا تذکرہ ہو رہا ہے؟ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کیا صفات کا اظہار کیا جا رہا ہے، سیدنا معاویہؓ تو اصحاب رسول میں سے ہیں، بل کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد بھی ہیں۔ اور سب سے بڑی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی بھی ہیں۔ معاویہ صحابی رسول ہیں اور ساری کائنات کے غیر صحابی انسانوں کے ایمان و عمل معاویہ کے ان ایمان و اعمال کے برابر بھی نہیں ہو سکتے، جس میں انہوں نے جس گھوڑے پر بیٹھ کر حضور کی ہمراہ جہاد کیا، بل کہ اس گھوڑے کے نتھنوں میں لگی گرد و غبار کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ وہ تو خدا اور رسول کو راضی کر کے دنیا سے سدھارے مگر جو لوگ شان معاویہ میں گستاخ ہوں گے ان کو بھلا برا کہے گیں وہ خود خدا اور رسول خدا کو ناراض کریں گے۔

معاویہؓ وہ مرد حق آگاہ تھا، جو اپنے پیارے مولد و مسکن مکہ اور بیت اللہ کے سائے سے میلوں دور ملک شام میں اسلام کی خدمتِ جلیلہ کو انجام دینے کے لیے اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کر گیا، اور ایک تاریخ رقم کر گیا۔ ۶۸۵ عیسوی میں حضور ساقی کوثر کے مبارک پیراہن شریف میں مدفون محوِ استراحت ہو گیا۔

انا لله وانا اليه راجعون!

خدا ان کی لحد پر رحمت افشانی کرے

قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذروں کو

ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

☆.....☆.....☆

صحابۂ کرام اور خلفائے راشدینؓ کے متعلق ضروری عقائد

مفتی عبدالغفور صاحب اشاعتی گوگانوی/ استاذ جامعہ اکل کوا

اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفائے راشدین سے محبت در حقیقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ اور ان کی پیروی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے؛ بل کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہر شعبہ میں ہمارے لیے رہنما اصول ہیں۔ خواہ ہم طلب علم کا مشغلہ اختیار کر رہے ہوں یا تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہوں۔ تجارت وحرفت کو ذریعہ معاش کے طور پر منتخب کر رہے ہوں یا سیاست وسیادت کے میدان میں اتر پڑے ہوں۔ خدمتِ خلق کی سعادت سے سرفراز ہو رہے ہوں تو ان تمام شعبہ جات میں صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہمارے لیے رہنما مثال اور معیار ہیں۔

دین کے لیے قربانیاں، دینی اخلاق میں طاقت اور دین کی حفاظت کے لیے جدوجہد، ان خوبیوں کو اپنے اندر لانے کے لیے ہمیں مطالعہ کرنا ہوگا دور صدیقی کا۔

اگر مخلصین وتبعین کی جدوجہد کے نتیجہ میں امتِ مسلمہ جاہ وحشمت، ثروت ودولت اور عزت وعظمت سے ہم کنار ہونا چاہتی ہے۔ نیز بے مثال فتوحاتِ اسلامی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا امت میں عام رواج، علوم وفنون کی خدمت پر نظامِ حکومت کی تشکیل اور اعلیٰ اصول تمدن پر نظام حکومت کی ترکیز کے لیے سیرتِ فاروقی ہمارے لیے مینارۂ ہدایت بنتی ہے۔ اختلاف وانتشار کا ایسا ماحول جو ملک میں بے اطمینانی اور بدامنی پیدا کر رہا ہو، لیکن دونوں طرف مخلصوں کی جماعت ہو مگر اغراض پسندوں نے درمیان میں پڑ کر اختلاف وانتشار پیدا کر دیا ہو، تو ایسے وقت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

اور جب اغراض والے ان مخلصوں میں جھگڑا وفساد کروا دے تو پھر حضرت علیؓ کے اصول چلیں گے۔ گویا کہ زندگی کے ہر موڑ پر صحابہؓ کی سیرت ہمارے لیے اسوہ ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ صحابہ کرام کے واسطہ سے پہنچی ہیں۔ اب اگر ان نفوسِ قدسیہ کی ناموس پر کوئی حرف آتا ہے تو یہ اسلامی تعمیر کے منہدم ہو جانے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہمارے دلوں میں صحابہ کرامؓ کے متعلق محبت وعقیدت کامل درجہ کی ہو، نیز ہمیں یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے متعلق ہمارا عقیدہ کیا ہو؟ اس کی مناسبت سے ذیل میں کچھ عقائد بیان کیے جا رہے ہیں۔

عقیدہ : رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بہت بڑی چیز ہے، اس امت میں صحابہ کرامؓ کا رتبہ سب سے بڑا ہے، ایک لمحہ کے لیے بھی جس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوگئی، مابعد والوں میں بڑے سے بڑا ولی بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔

عقیدہ : صحابہ کرامؓ میں مہاجرین وانصارؓ کا مرتبہ باقی صحابہ سے زیادہ ہے اور مہاجرین وانصارؓ میں اہلِ حدیبیہ کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور اہل حدیبیہ میں اہل بدر۔ اور اہلِ بدر میں چاروں خلفاؓ کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے۔ چاروں خلفا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا، پھر حضرت عمر فاروقؓ کا مرتبہ سب سے فائق ہے۔

عقیدہ : چاروں خلفا کا افضل امت ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں ہے، اگر بالفرض بجائے ان کے دوسرے حضرات خلافت کے لیے منتخب ہوجاتے تو بھی یہ حضرات افضلِ امت مانے جاتے۔

عقیدہ: خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مثلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم نہیں ہوتا، نہ اس کی اطاعت ہر کام میں مثلِ رسول کی اطاعت کے واجب ہوتی ہے۔ بالفرض کوئی خلیفہ سہواً یا عمداً کوئی حکم شریعت کے خلاف دے تو اس حکم میں اس کی اطاعت نہ کی جائے گی، عصمت خاصۂ نبوت ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم ماننا عقیدۂ نبوت کے خلاف ہے۔

عقیدہ : خلیفۂ رسول کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دین میں نئے احکام دے۔ نہ اس کو کسی چیز کے حلال وحرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے، بل کہ اس کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن وحدیث پر لوگوں کو عمل کرائے، احکامِ شرعیہ کو نافذ کرے اور انتظامی امور کو سرانجام دے۔

عقیدہ : خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کرنا خدا کے ذمے نہیں۔ بل کہ مسلمانوں کے ذمے ہے جس طرح امامِ نماز کا مقرر کرنا مقتدی کے ذمے ہوتا ہے۔

عقیدہ : رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات گیارہ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت زینب بنت خزیمہؓ ان دونوں کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ہوگئی تھی۔ حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت سودہؓ، حضرت میمونہؓ اور حضرت جویریہؓ۔ یہ سب بیبیاں تمام ایمان والوں کی مائیں تھیں اور سارے جہاں کی ایمان والی عورتوں سے افضل تھیں۔ اور ان میں بھی حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کا رتبہ زیادہ ہے۔

عقیدہ : رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ حضرت زینبؓ، جن کا نکاح حضرت ابوالعاصؓ سے ہوا۔ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ، ان دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے ساتھ ہوا۔ حضرت فاطمہؓ جن کا نکاح حضرت علی مرتضیٰؓ کے ساتھ ہوا۔ یہ چاروں صاحبزادیاں بڑی برگزیدہ اور صاحبِ فضائل تھیں۔ ان چاروں میں حضرت فاطمہؓ کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور وہ اپنی ماؤں کے سوا تمام جنتی بیبیوں کی سردار ہوں گی۔

فائدہ:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہ زہراؓ کو کہنا نص قرآنی کے خلاف ہے۔

عقیدہ : آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس چچاؤں میں سے صرف حضرت حمزہؓ کا مرتبہ خصوصیت کے ساتھ زیادہ ہے۔ ان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہدا کا خطاب دیا تھا، جب کہ وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے اور آپ کی پانچ پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہؓ شرفِ باسلام ہوئیں۔

عقیدہ: مہاجرین وانصارؓ؛ بالخصوص اہلِ حدیبیہ میں باہم رنجش وعداوت بیان کرنا افترا و بے دینی اور قرآن مجید کے نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔

عقیدہ: صحابہ کرامؓ کے مشاجرات؛ یعنی ان کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے، مگر بہ ضرورت شرعی و بہ نیتِ نیک۔ اور جن صحابہ کرام میں باہم کوئی جھگڑا ہوا ہو، ہمیں دونوں فریق سے حسنِ ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا اسی طرح لازم ہے، جس طرح دو پیغمبروں کے درمیان اگر کوئی بات اس قسم کی ہو جائے تو ہم کسی کو برا نہیں کہہ سکتے؛ بل کہ دونوں پر ایمان لانا بہ نص قرآنی ہم پر فرض ہے۔

فائدہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں دو خانہ جنگیں پیش آئیں۔

اول: جنگِ جمل:

جس میں ایک جانب حضرت علی مرتضیٰؓ تھے اور دوسری جانب ام المومنین حضرت عائشہؓ تھیں۔ اور ان کے ساتھ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیرؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ دونوں جانب اکابر صحابہ تھے، مگر یہ لڑائی دھوکہ دھوکہ میں چند مفسدوں کے حیلہ سازی سے پیش آ گئی۔ ورنہ ان میں باہم نہ رنجش تھی نہ آپس میں لڑنا چاہتے تھے۔

مفسدوں کی فتنہ پردازی ہوئی باعث خونریزی جنگ جمل
ورنہ شیر حق سے طلحہ اور زبیر چاہتے ہرگز نہ تھے جنگ وجدل

اس لڑائی میں ہر فریق سے دوسرے کے فضائل منقول ہیں کتب احادیث اس سے بھری پڑی ہیں۔

دوم: جنگ صفین: جس میں ایک جانب حضرت علی مرتضیٰؓ اور دوسری طرف حضرت معاویہؓ تھے۔ اس لڑائی کے متعلق اہلِ سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ خلیفۂ برحق تھے اور حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھ والے خاطی۔ مگر اس خطا پر ان کو برا کہنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ بھی صحابی ہیں، صاحب فضائل ہیں اور ان کی خطا غلط فہمی کی وجہ سے تھی اور غلط فہمی کے اسباب موجود تھے۔ ایسی خطا کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں، جس پر عقلاً اور شرعاً کسی طرح مواخذہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "ازالۃ الخفا" میں فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے اور زمرۂ صحابہ میں بڑی فضیلت والے تھے۔ خبردار! ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگمانی میں پڑ کر فعل حرام کے مرتکب نہ بننا"۔

عقیدہ: صحابہ کرامؓ خصوصاً مہاجرین وانصار سے بدگمانی رکھنا، ان کو برا کہنا قرآن مجید کی صریح مخالفت اور شریعت الٰہیہ کی کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ ایسے شخص کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔

فائدہ: فرقہ روافض جو تمام صحابہ کرامؓ، یہاں تک کہ مہاجرین وانصار کی بدگوئی کرتا ہے اور ہجرت ونصرت کو فضیلت کی چیز نہیں کہتا تو یہ صریح خلاف ورزی قرآن مجید کی ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن شریف اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت مشکوک ہوجائیں گے؛ لیکن اس بنا پر ان کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے۔ اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ جب تک صریح انکار ضروریات دین کا نہ ہو، اس وقت تک کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہنا چاہیے۔ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں. لانکفر احدا من اھل القبلۃ یعنی ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔

یہ کچھ عقائد جو بیان کیے گئے اہلِ سنت والجماعت کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ ان میں سے اکثر وبیشتر عقیدے وہ ہیں جن کا ماخذ قرآن مجید ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو ان پاک عقائد پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

(ماخوذ از: سیرت خلفائے راشدین)

☆.....☆.....☆

پاسدارانِ شریعت وہ زمانے کے امام

مولانا الطاف حسین اشاعتی کشمیری/استاذ جامعہ اکل کوا

ہر وہ خوش بخت، سعادت مند صاحب ایمان شخص جسے حالتِ ایمان میں خاتم النبیین، امام المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور حالتِ ایمان پر ہی وفات پائی۔ اسے ''صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے معزز و محترم اور لائق صد تکریم لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایسا خداداد اور مخصوص مقام و مرتبہ ہے، جسے دنیا بھر کے اولیا، اصفیا و اتقیا مل کر زندگی بھر کی عبادات اور مجاہدات سے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم نے مختلف اندازِ بیان اور متعدد سیاق و سباق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی مدح سرائی اور وصف بیانی کی ہے کہ اگر صرف قرآن کریم کو ہی پیشِ نظر رکھا جائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و کردار، ان کے ظاہری و باطنی محاسن و محامد، ان کی للّٰہیت و مقبولیت، ان کے زہد و تقوی، ان کی شجاعت و بہادری، ان کی جود و سخا، ان کی جہاں گیری و جہانبانی اور ان کی دعوت و جہاد، الغرض ان کے ہمہ جہتی کمالات کی وضاحت کے لیے کافی و شافی ہے۔ مزید برآں احادیثِ مبارکہ ان کے فضائل و مناقب، ان کے ایثار و قربانی اور ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں ان کی جاں نثاری و جانفشانی اور محبت و توقیر کی حسین و دلکش روداد سے لبریز ہیں۔ اور کتاب و سنت ہی ان کی عظمتوں اور رفعتوں کو پہچاننے کا معیار اور کسوٹی ہیں۔ تاریخی روایات کا سہارا لے کر صحابہ کرام پر کی جانے والی کسی بھی قسم کی تنقید و تنقیص ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی؛ بل کہ ایسی ناپاک کوششوں کو کتاب و سنت کی حجج قاطعہ اور براہینِ ساطعہ کے ذریعے سبوتاژ کر دیا جانا لازم ہے۔ اہل سنت و الجماعت نے ہمیشہ صحابہ کرام کی عزت و ناموس کی پاسداری کی اور ہر محاذ پر ان کا دفاع کیا۔ علما و فقہا، محدثین و صوفیا، شعرا و مصنفین؛ ہر ایک طبقے نے ان کے حق کو پہچانا اور ہر رافضی و خارجی کے طعن و تشنیع اور سب و شتم کے مقابلے میں اُن کا مقدور بھر دفاع کیا۔ اور ان کے مقام و مرتبہ کو ہر دور میں ہر مقام پر واشگاف کیا، ان نفوس قدسیہ کے فضائل و مناقب اور صفات و کمالات کے لیے قرآنی شہادتوں کے بعد کچھ مزید خامہ فرسائی کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم شیدایانِ صحابہ کرام نے اپنے شاہوں کی مدح سرائی میں عقیدت و محبت کے جو پھول نچھاور کیے ہیں وہ بھی بہت خوب صورت و خوش نما ہیں۔ ان سے اعتنا بھی دلوں میں حبِّ صحابہ کے ولولے کو انگیز کرتا ہے، اس موقع پر جب آپ کا موقر ماہنامہ ''شاہراہ علم'' صحابہ کرام کے بارے میں قارئین کی خدمت

عالیہ میں خصوصی نمبر پیش کرنے جارہا ہے؛ میں چاہتا ہوں کہ قارئین ''شاہراہ علم'' کی خدمت میں اردو زبان کے عظیم شعرا کے کلام کا کچھ حصہ پیش کروں، جس میں انہوں نے بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ صحابۂ کرام کے بعض نمایاں اور بے مثال کارناموں اور اوصاف ومناقب کو بہت ہی شان دار خراج تحسین پیش کیا ہے۔

اسلام کے عظیم اور نامور سپوت شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ کے کلام میں سے کچھ سنہرے قطعات ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے (''بانگ درا'' حصہ سوم) کے ان ولولہ انگیز اشعار کا مطالعہ اور تصور کرتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین کے تئیں اقبال رحمہ اللہ کے قلبی جذبات کا۔

دل ہمارے یادِ عہدِ رفتہ سے خالی نہیں — اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں
اشکباری کے بہانے ہیں یہ اجڑے بام و در — گریہ پیہم سے بینا ہے ہماری چشمِ تر
دہر کو دیتے ہیں موتی دیدہ گریاں کے ہم — آخری بادل ہیں اک گزرے ہوئے طوفاں کے ہم

اپنے شاہوں اور ''گزرے ہوئے طوفان'' (رحمت) صحابہ کرام اور ان کے متبعین کے سوا اور کون ہیں؟

بانگ درا ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' میں نوجوان مسلمانوں کو دعوت فکر دیتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی عظمت کو بہت اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے — وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
تمدن آفریں، خلاقِ آئینِ جہاں داری — وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا
سماں ''الفقرُ فخری'' کا رہا شانِ امارت میں — ''بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت رُوئے زیبارا''
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے — کہ مُنعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے — جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

علامہ اقبالؒ نے اس نظم میں بہت ہی خوب صورت پیرائے میں صحابہ کرام کی متعدد خصال حمیدہ کو بیان فرمایا اور اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ صحابہ کرام تہذیب وتمدن، ایثار واستغنا، عدل وانصاف اور غیرت وخودداری کے نیرِ تاباں ہی نہیں تھے، بل کہ دنیا کی سیادت وقیادت کو فخر ونازتھا، جب اس کی باگ ڈور صحابہ کے مقدس ہاتھوں میں تھی۔

علامہ اقبال ''بال جبریل'' میں حق تعالیٰ کی بارگاہِ صمدیت میں صحابہ کرام کے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہونے کی دعا مانگ رہے ہیں۔

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر شریک زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

علامہ اقبال رحمہ اللہ لفظ ''اسلاف'' سے بالعموم تمام اخیار وعباقرۂ امت اور بالخصوص صحابہ کرام کو مراد لیتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ ان کا ظاہر سادگی سے پر اور تصنع سے نہایت دور، باطن بے حد مصفی ومجلیٰ اور صاف وشفاف تھا۔ انہیں اپنے مقصد میں انہماک اور لایعنی مباحث سے پرہیز حاصل تھا اور یہ ان کی سیرت وکردار کے بہت تابناک پہلو ہیں۔

''شکوہ'' کا مندرجہ ذیل بند ملاحظہ فرمائیں، جس میں مسلمانوں کی غیرت وحمیت کو جھنجھوڑتے ہوئے، پھر صحابہ کرام کے اوصاف کی مثال لے آئے ہیں۔

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدریؓ فقر ہے، نہ دولت عثمانیؓ ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اقبال رحمہ اللہ اتباع صحابہؓ پر زور دے کر کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرام امت کے لیے بہترین نمونہ اور آئیڈیل ہیں؛ کیوں کہ ان نفوس قدسیہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی زندگیاں ہر شک وشبہ سے بالا اور تقویٰ وطہارت سے عبارت تھیں۔ یہی وہ ہستیاں تھیں، جنہوں نے اپنے گفتار وکردار، معاملات وعبادات اور دعوت وجہاد کے ذریعے اسلام کا سکہ ساری دنیا میں بٹھادیا۔

صحابہؓ ہی وہ مبارک ہستیاں تھیں، جو نجومِ ہدایت قرار پائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان تعلق جوڑنے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔

اقبال کے نزدیک ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ کی بازیابی اور اتحاد ویگانگت کا حصول انہی پاکباز اسلاف کی اتباع پر موقوف ہے۔

علامہ اقبال کی ''شکوہ'' اور ''جواب شکوہ'' دونوں ہی نظمیں ذکر صحابہؓ سے پر ہیں؛ بل کہ اگر یوں کہا جائے کہ ''شکوہ'' صحابہ کی قربانیوں کا خاکہ پیش کرتی ہے اور ''جواب شکوہ'' سے اسوۂ صحابہؓ پر عمل کی ترغیب ملتی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ ''شکوہ'' کے کچھ بند پیش خدمت ہیں۔

دین اسلام کے فروغ اور کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے صحابہ نے کیا کارنامے انجام دیئے؟ ملاحظہ فرمائیں:

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر — کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر — مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیوں کر؟
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تیرا؟ — قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا؟
تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں — خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں — کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی — کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی؟ — اور تیرے لیے زحمت کش پیکار ہوئی؟
کس کی شمشیر جہانگیر، جہاں دار ہوئی؟ — کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے! — منہ کے بل گر کے فقل ہواللہ اَحد کہتے تھے؟

کلمہ حق کی سربلندی کے لیے صحابہ کرام طاغوتی طاقتوں سے جس طرح ٹکرائے، اقبال نے ان واقعات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ "خیبر" کے قلعہ کا بیان کیا ہے، جو یہود کا خاص علاقہ تھا۔ اس کے علاوہ دیار قیصر (قسطنطنیہ) کا ذکر کیا ہے، جس پر حملوں کا آغاز سیدنا امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا۔ (وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)

سکھایا ساری دنیا کو جہاں بانی کا ڈھنگ اس نے — بنایا پانیوں کو بارہا میدانِ جنگ اس نے)

اسی طرح ایران جس کی فتح سیدنا عمر فاروقؓ کے دور میں ہوئی، یہ سب صحابہؓ کی شجاعت و اولوالعزمی کی روشن مثالیں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے — شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟ — کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے؟
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟ — کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو؟

علامہ اقبال نے اپنے کلام میں کبھی تو نام بنام متعدد صحابہ کرام اور ان کی نمایاں صفات و کمالات کا ذکر کیا ہے اور کبھی تمام صحابہ کی عمومی صفات حمیدہ اور خصالِ پسندیدہ کا۔ چناں چہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایثار و فدائیت اور اپنے تمام مال و زر کو راہ خدا میں لٹانے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضور چاہیے فکرِ عیال بھی کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس! صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

جہاں اقبال سوزِ دروں کی دعا مانگتے ہیں تو خود ہی بطورِ مثال سوزِ صدیقیؓ کا بھی ذکر کرتے ہیں:

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے دلِ مرتضیٰؓ سوزِ صدیقؓ دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر تمنا کو سینوں میں بیدار کر

دنیا سے ظلم و استبداد کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا بول بالا کرنے کا سہرہ صحابہ کرامؓ کے سر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

شجاعت، استغنا اور صداقت کی یہ صفاتِ گراں مایہ فرق مراتب کے ساتھ تمام صحابہ کرام کا قدرِ مشترک ہیں۔ دنیا کے منصبِ امامت پر فائز ہونے کے لیے بھی اقبال نے حضرات خلفائے راشدین کی صفاتِ عالیہ سے متصف ہونے کو لابدی قرار دیا ہے۔

اقبال رحمہ اللہ کے اشارے کو سمجھیں!

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورتِ سلماںؓ ادا شناس تری شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

غور فرمائیں کس طرح عقیدت ومحبت کے پھول حضرت بلال پر نچھاور ہو رہے ہیں۔ ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت اور جاں نثاری کا کچھ ایسا ہی تعلق دوسرے پروانوں کو بھی تھا۔

اقبال امت مسلمہ کو اپنی زبوں حالی اور ذلت وخواری سے نکلنے کا ایک ہی راستہ بتاتے ہیں۔ اور وہ ہے قول وفعل میں صحابہ کی اتباع اور پیروی:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

خواجہ الطاف حسین حالی رحمہ اللہ نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''مدوجزر اسلام'' المعروف بہ ''مسدس حالی'' میں صحابہ کرام کے خصائص وکمالات اور ان کی گوناگوں خوبیوں کا بہت حسین پیرائے میں تذکرہ کر کے امت مسلمہ کو خواب گراں سے بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ''مسدس حالی'' کے یہ بند ملاحظہ فرمائیں، جن میں صحابہ کے پاکیزہ معاشرے کی بولتی ہوئی تصویر کھینچی گئی ہے۔ یہ تصویر مبنی برحقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی دلکش اور دل آویز ہے کہ اسے پوری نسل انسانی کے وسیع اور ضخیم مرقع میں پیغمبروں کی سیرت وتاریخ کے بعد سب سے پہلی اور اونچی جگہ دینی چاہئے۔ مولانا حالی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اتمام نعمت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے رحلت:

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت نبی نے کیا خلق سے قصدِ رحلت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

اسلام کے سچے وارث صحابہ کی صفات:

سب اسلام کے حکم بردار بندے سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے یتیموں کے رانڈوں کے غم خوار بندے
رہ کفر و باطل سے بے زار بندے
نشہ میں مئے حق کے سرشار بندے

صحابہ کے عظیم کارنامے:

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکا دینے والے خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی مشاجرات مبنی بر اخلاص تھے:

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا خلاف آشتی سے خوش آیند تر تھا
یہ تھی موج پہلی اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

دیکھیں حالی رحمہ اللہ نے کس اچھوتے انداز میں بڑے ادب کے ساتھ صحابہ کرام کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے مشاجرات واختلافات کو بیان فرمایا اور اس کا مبنی بر اخلاص اور نفسانیت وتعصب سے پاک ہونا بھی واضح کر دیا۔ بہت سے لوگ صحابہ کرام کے باہمی اختلاف سے نالاں رہتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا ایسے پاکباز اور خدا رسیدہ لوگوں میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے؟ تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اختلاف کا ہونا کوئی بری بات نہیں بشرطیکہ وہ مبنی بر اخلاص اور ہر ایک کا مطمح نظر تلاش حق اور رضائے رب تعالیٰ ہو۔ اختلاف دو ہی صورتوں میں ختم ہوسکتا ہے۔ یا تو سب بے دین ہو جائیں یا سب بے عقل ہو جائیں۔ اور یہ ممکن نہیں، تو اختلاف کا ہونا بھی فطری ہے، بل کہ ہمیں تو صحابہ کرام سے ''ادبِ خلاف'' بھی سیکھنا چاہیے۔

صحابہ کرام تکلفات سے بہت دور تھے:

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت نہ پوشش سے مقصود تھی زیب وزینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

صحابہ کرام صفت تواضع کے بام عروج پر تھے اور یہ ان کی للّٰہیت کی بین دلیل ہے:

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہباں ہو گلے کا جیسے نگہبان چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں
کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانہ میں ماجائی بہنیں ہوں جیسی

صحابہ از فرق تا قدم تابع شریعت تھے:

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی فقط حق پہ تھی، جس تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

صحابہ کرام انتہائی زیرک اور ذہین و فطین تھے:

کفایت جہاں چاہتے واں کفایت سخاوت جہاں چاہتے واں سخاوت
بجی اور تلی دشمنی اور محبت نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت
جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی
رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

حفیظ جالندھری رحمہ اللہ نے بھی ''شاہنامہ اسلام'' میں رک رک کے صحابہ کی عظمتوں اور ہادیٔ اکرم، پیغمبر اعظم علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ ان کی وفاداریوں اور قربانیوں کے قصیدے کہے ہیں، شاہنامہ کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں! (جن میں غزوہ بدر کو جاتے ہوئے، آپ علیہ السلام کا صحابہ سے مشورہ طلب کرنے اور ان کے قدم بقدم آپ علیہ السلام کا ساتھ دینے کے عہد و پیمان کا تذکرہ ہے۔) حضراتِ شیخین اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم نے مہاجرین کی ترجمانی کرتے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تن من دھن کی بازی لگا دینے کی پیشکش فرمائی اور واضح لفظوں میں فرمایا کہ ہم اصحاب موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں، بل کہ ہم اصحاب محمد علیہ السلام اور اسلام کے وفادار سپاہی ہیں۔

حفیظ جالندھری منظر کشی فرماتے ہیں:

ابوبکر وعمر نے عرض کی اے ہادیٔ دوراں — ہمارے مال وجاں، اولاد، سب کچھ آپ پر قرباں
غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے — یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے، کچھ پرواہ نہیں کرتے
اٹھے مقداد اٹھ کر عرض کی اے سرورِ عالم — نہیں ہیں قوم موسیٰ کی طرح کہہ دینے والے ہم
کہا تھا اس نے اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے — جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں اُن سے پیٹ بھرنے دے
خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر — ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر
ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اجڑنے کو — خدا اور اس کا موسیٰ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو
معاذ اللہ مثلِ امت موسیٰ نہیں ہیں ہم — جہاں میں پیروانِ دینِ ختم المرسلیں ہیں ہم
ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامان محمد ہیں — ہمیں باطل کا ڈر کیا زیرِ دامان محمد ہیں
مسلماں کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر — لڑیں گے سامنے ہوکر، عقب پر، دائیں بائیں پر
بزرگان مہاجر نے دکھائی جب توانائی — رسول اللہ نے سن کر، دعائے خیر فرمائی

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے بعد سید انصار حضرت ابن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کچھ یوں تقریر فرمائی۔

صفِ انصار کی جانب اٹھیں آنکھیں نبوت کی — تو سعد ابن معاذ اٹھے، دکھائی شان جرات کی
ادب سے عرض کی ''انصار'' ہیں ہم یارسول اللہ — غلام سیدابرار ہیں ہم، یارسول اللہ!
خدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا — کہ ختم المرسلین اس شہر میں تشریف لے آیا
جہاں میں اِس سے بڑھ کر کوئی عزت مل نہیں سکتی — کسی کو بھی ابدتک، اب یہ دولت مل نہیں سکتی
خدائے پاک کے فرمان پر ایمان لائے ہم — رسول اللہ پر، قرآن پر ایمان لائے ہم
تو کیا اب موت کے ڈر سے یہ دولت ہم گنوادیں گے! — بُھلا دیں گے یہ احساں، بارِلعنت سر پہ لادیں گے!
تعالی اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا — پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت دارماؤں کا
صداقت دیکھ کر رکھا تھا اِن قدموں پہ سر ہم نے — کہ مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے
قسم اللہ کی! جس نے نبی مبعوث فرمایا — سبھی کچھ پالیا، جس وقت ہم نے آپ کو پایا
گدائی آپ کے در کی ہماری پادشاہی ہے — ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی، وحی الٰہی ہے

ہمیں میدان میں لے جایئے، یا شہر میں رکھیے — کسی سے صلح فرمایئے، یا جنگ کو کہیے
ہمارا فرض ہے، تعمیل کرنا رائے عالی کی — ہماری زندگی، تکمیل ہے ایمائے عالی کی
ہمارا مرنا جینا، آپ کے احکام پر ہوگا — کسی میدان میں ہو، خاتمہ اسلام پر ہوگا
اگر ارشاد ہو، بحر فنا میں کود جائیں ہم — ہلاکت خیز گرداب بلا میں کود جائیں ہم
نبی کا حکم ہو، تو پھاند جائیں ہم سمندر میں — جہاں کو محو کردیں نعرۂ اللہ اکبر میں
قریش مکہ تو کیا چیز ہیں، دیوؤں سے لڑ جائیں — سنانِ نیزہ بن کر سینۂ باطل میں گڑ جائیں

بزرگان مہاجرین وانصار کی مذکورہ بالا تقریروں سے جو جذبۂ ایمان وایقان اور وفاداری ووفاشعاری ہویدا ہے، یہی حال فرق مراتب کے ساتھ ہی تمام مہاجرین وانصار اور سابقین ولاحقین صحابہ کرام کا تھا۔

اب حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے ''اثر خامہ'' سے چند شہ پارے شان صحابہ کرام میں پیش کیے جاتے ہیں، سنیے اور عظمت صحابہ پر سر دھنیے۔

ہے نبوت ہر نبی کی حق مگر اس دور میں — سکۂ حضرت محمد مصطفیٰ کا ہے چلن
روشنی ہے ہر صحابی میں ہدایت کے لیے — جس قدر ابر نبوت جس پہ ہے سایہ فگن
ہر دعا مقبول ہے ابن ابی وقاص کی — ہے معیت غار میں صدیق کو دفع الحزن
ابن یاسر فتنۂ شیطان سے محفوظ تھے — ہے عمر کے سامنے ملعون کا آنا کٹھن
ہے ملائک کو حیا عثمان ذی النورین سے — ہیں ختن ثانی علی مرتضیٰ خیبر شکن
اہل جنت بیبیوں کی سیدہ ہیں فاطمہ — نوجوانوں کے ہیں سید، شہ حسین اور شہ حسن
امہات المومنین ہیں لائق صد احترام — عائلی احکام جن سے حل ہوئے سر وعلن
صاحب نعلین وسجادہ، سواک ومطہرہ — ابن ام عبد پر ہے اعتماد مؤتمن
زید کاتب اور حذیفہ صاحب سرّ رسول — دحیہ قاصد اور معاذ ابن جبل عدل یمن
ماہر قرآں ابی ہیں، بوعبیدہ ہیں امین — سیف خالد ہیں، اسد ہیں حمزہ مجروح تن
ہے عزیز آب بقا سے مصحف انور کی دید — کاش کہ اس کے لیے سب زیست بن جائے ثمن
روضہ اقدس پہ حاضر اور لب پر السلام — یہ تصور قلب کو ہے مانع رنج وحزن

مفتی صاحب رحمہ اللہ کے اس قصیدے میں اجمالاً چند صحابہ کا تذکرہ ہے، جنہیں بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام سے کچھ خاص تمغے اور اعزازات ملے۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ ہر صحابی ہدایت کی روشنی کا حامل ہے، جس کسی کے نقش قدم پر بھی چلا جائے، ضرور منزل مقصود کو پایا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ کیا انصار کیا مہاجرین؛ سبھی نے سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھ چڑھ کر خدمت واتباع کی اور اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی راہ میں قربانیاں دیں اور غزوات میں شامل ہوئے۔

کیا ہی اعلیٰ ہستیاں تھیں، جن کو صحبت سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم ملی اور پھر انہوں نے ساتھ بھی ایسا نبھایا کہ نہ ان جیسا کوئی پہلے آیا نہ ہی قیامت تک کوئی آئے گا۔

سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے سبھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آسمان پر چمکتے ستاروں کی مانند ہیں۔ جس طرح آسمان پر کچھ ستارے دور دکھائی دیتے اور کچھ نزدیک، لیکن سبھی روشن اور نور لیے ہوئے ہیں، اسی طرح تمام کے تمام صحابہ نور وہدایت اور حق وصداقت کے چمکتے ستارے ہیں۔

آیئے اخیر میں جناب افضال صدیقی صاحب کے یہ اشعار گنگناتے اور پختہ عزم کرتے ہیں کہ ہمیشہ صحابہ کرام کی محبت وعظمت سے اپنے دلوں کو معمور رکھیں گے۔ تاریخ کے بے سند، رطب ویابس اور من گھڑت حوالوں کی آڑ میں صحابہ کرام پر زبان درازی کرنے والے بدباطنوں کی زبان بند کریں گے۔ ان کے رکیک حملوں اور بیجا الزامات سے صحابہ کرام کی برأت ببانگ دہل بیان کریں گے۔ انہیں کی محبت والفت کے ساتھ حیات مستعار کے محدود لمحات بسر کریں گے اور اسی حالت میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کریں گے۔

گائیں گے شان صحابہ کے ترانے صبح وشام — ہم صحابہ کے سپاہی، ہم محمد کے غلام
کوئی ہوسکتا نہیں آقا کے یاروں کی طرح — ان کے قدموں کے نشاں ہیں چاند تاروں کی طرح
ان کا ذکر پاک ہے تازہ بہاروں کی طرح — پاسداران شریعت وہ زمانے کے امام
گلشنِ اسلام کی زینت ہیں یہ رنگین پھول — ان سے راضی حق تعالیٰ ان سے راضی ہے رسول
مشعل راہِ ہدایت ان کے پاکیزہ اصول — ناز کر افضال تیرے دل میں ہے ان کا قیام
عشقِ توحید ورسالت ان کی پیاری زندگی — سرفروشی ، جاں نثاری ان کی ساری زندگی
کاش ان کی مثل ہوجائے ہماری زندگی — پھر سے اپنے ہاتھ آسکتی ہے دنیا کی زمام

رضي الله عنهم وأرضاهم، ووفقنا اتباعهم في القول والعمل، وجمعنا وإياهم في دار كرامته و مستقر رحمة.

روشن ستارے

مفتی نجم الحسین آسام/ استاذ جامعہ اکل کوا

حضرات صحابہ کا قافلہ؛ وہ قافلہ ہے جن کے بارے میں آج تک دنیا حیران وسرگرداں ہے کہ یہ کون اور کیسے لوگ تھے؟ جنھوں نے اس دارالاسباب میں بے سروسامانی کے عالم میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے، جس کو آج تک اس مادہ پرستی کے دلدادہ لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں؛ کیوں کہ ہوتا یوں ہے کہ آج اگر قوم کا کوئی سرغنہ کسی کام کا بیڑا اٹھائے تو قوم کے اراذل لوگ اس کے رئاست سے خائف ہوکر اس کا ساتھ دینے لگتے ہیں۔ خواہ وہ کام بجا ہو یا بیجا، لیکن کیا کبھی آپ نے سنا کہ لوگ کسی ایسے آدمی کے فریفتہ ہوگئے جو یتیم ہو، وہ اپنے معاشرہ میں صرف نان شبینہ کا مالک ہو۔ نہ اس کے پاس حشم وخدم ہے اور نہ ہی جاہ وجلال۔ نہ وہ کسی کی کاسہ لیسی کرتا ہے، نہ کسی کے سامنے وہ جھوٹ کو سچ کرنے کا ہنر رکھتا ہے اور نہ ہی وہ ساحر ہے۔ اور اس کی پوری زندگی ایسے شہر میں گزری، جس کا خطہ میں کوئی مقام نہیں ہے۔ اور اس کی بالیدگی ونشو ونما ایسے شہر میں ہوئی، جس کے باشندوں کی حماقت وعقائد فاسدہ پر ابلیس بھی خوش ہوتا ہے۔ یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ نہیں! ایسے آدمی کی پیروی کوئی نہیں کرے گا۔ کیوں نہ ہو ہم اور آپ جس معاشرہ میں اپنے لیل ونہار گزار رہے ہیں، اس میں اسی کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، جس کے پاس مال کی ریل پیل ہو اور شہر کے سرغنہ اور چیدہ لوگوں میں اس کا شمار ہوتا ہو۔ جب وہ کسی محلّہ یا گلی سے گزرے تو اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہو۔ شہر میں اس کے گفتار ورفتار کا غلغلہ ہو۔ وہ حدیث الناس ہونے کے ساتھ معیار زندگی میں بھی بالا وبرتر ہو۔ اس کا مسکن فلک بوس عمارت ہو، وہ عمدہ اور قابل رشک لباس زیب تن کرتا ہو، خواہ پھر وہ کیسا ہی آدمی ہو۔ مادہ پرستی صرف مرعوب کرتی ہے مادیت سے خواہ وہ پیشوا و مقتدیٰ ظالم وسفاک، جاہل، احمق، مورکھ، وگامڑ ہونے کے ساتھ ساتھ سنگ دل، بے رحم، درندہ طبع ہی کیوں نہ ہو ۔لیکن صحابہ کی مقدس جماعت وہ جماعت ہے، جن کے بارے میں مؤرخین نے اپنی تالیفات میں سنہرے حروف میں لکھا کہ ان مقدس نفوس نے اسی دارالاسباب میں صرف لوجہ اللہ دینِ اسلام کی خدمت کی۔ اپنی بے بسی، بے کسی، لاچارگی، غریب الوطنی کے باوجود ہمیشہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست گیری وپشت پناہی کرتے رہے ۔ایسا لگتا ہے گویا کہ اللہ رب العزت نے ان پاکبازوں کے قلوب میں حق گوئی ہی ودیعت کر رکھی تھی؛ یہی وجہ ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع رسالت کے روشن ہوتے ہی تہہ در تہہ تاریکیوں میں ،سرگشتہ وحیران اور سلیم

الفطرت روشنی کے دیوانوں اور پروانوں کی صورت میں اس محبوب ومقدس شمع کے گرد جمع ہوگئے۔ان میں سے بہتیروں نے اس شمع کو کفر اور گمراہی وضلالت کے پھونکوں سے بجھانے کی خاطر یوں مرمٹے کہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر ہی راحت کی سانس لی۔اور کچھ دوسرے جاں نثاروں اور اصحاب نے اس شمع ربانی کی لازوال ضیاؤں سے مستفید ہوکر افق عالم میں ایسے ستارے بن کر چمکے کہ پھر انہوں نے سیاہ دلوں کو سفید کردیا۔ظلمات وتاریکیوں میں صداقت،حق گوئی،عفت وپاکبازی،امانت ودیانت،عدل وانصاف،شجاعت واستقامت،ایثار وقربانی کے ایسے چراغ روشن کیے کہ نور حق اور شمع رسالت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کے روشن چراغ بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے ایسے مشعل راہ بن گئے کہ قدرت نے ہر دور میں مؤرخ وقلم کار سے ان پاکبازوں کی سیرت وسوانح کا کام وقتاً فوقتاً لیا۔تاکہ ملت کی نوجوان نسل کی ذہنی تربیت اور عملی تحریک کے لیے ہر زمانہ ودور میں ایسے لٹریچر تیار ہو؛ کہ جس کے مطالعے سے نوجوانوں کے اندر اسلامی روح پیدا اور مستحکم ہوسکیں۔ خوابیدہ شعور جاگ اٹھے اور انہیں اپنی طاقت وقوت کا احساس ہو۔وہ اقتدار کی بام عروج کو پہنچ کر بے پناہ قوت تسخیر کا استعمال کرکے گمراہ لوگوں کی راہ نمائی کریں اور اپنی صفوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرکے دنیا کی زمام حکومت اور باگ ڈور کو اپنے ہاتھ میں لیں۔اس مختصر تمہید کے بعد ذرا آئیں اور ان آیات واحادیث پر نظر ڈالیں،جو زبان رسالت سے اس مقدس جماعت کی مدح سرائی میں صادر ہوئی۔

قرآن کریم سورہ فتح آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد باری ہے:

﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فأنزل السكينة عليهم و اثابهم فتحا قريبا،و مغانم كثيرة يأخذونها،و كان الله عزيزا حكيما﴾

"بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے۔اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا۔اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کردیا تھا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دی۔اور بہت سارا مال غنیمت بھی،جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں۔اور اللہ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی مایہ ناز تفسیر "معارف القرآن" میں رقم طراز ہیں کہ اس بیعت سے مراد بیعت حدیبیہ ہے،جس کا ذکر اس سے پہلے بھی آچکا ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس بیعت کے شرکا سے اپنی رضا کا اعلان فرمارہا ہے۔اسی لیے اس کو بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے اور مقصود اس سے ان شرکائے بیعت کی مدح اور ان کو اس عہد کے پورا کرنے کی تاکید ہے۔صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ

عنہ کی روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو نفر کی تھی۔ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"أنتم خير أهل الأرض" یعنی تم لوگ تمام روئے زمین کے انسانوں سے بہتر ہو۔ اور صحیح مسلم میں ام بشر رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ " لا يدخل النار احد ممن بايع تحت الشجرة "یعنی جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا۔ اس لیے اس بیعت کے شرکا کی مثال شرکائے بدر کی سی ہے؛ جیسا کہ ان کے متعلق قرآن وحدیث میں رضائے الٰہی اور جنت کی بشارتیں ہیں؛ اسی طرح شرکائے بیعت رضوان کے لیے بھی یہ بشارت آئی ہے۔ یہ بشارتیں اس پر شاہد ہیں کہ ان سب حضرات کا خاتمہ ایمان اور اعمال صالحہ مرضیہ پر ہوگا؛ کیوں کہ رضائے الٰہی کا یہ اعلان اس کی ضمانت دے رہا ہے۔ تفسیر مظہری میں فرمایا کہ جن خیار امت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے غفران ومغفرت کا اعلان فرمادیا ہے اگر ان سے کوئی لغزش یا گناہ ہوا بھی تو یہ آیت اس کی معافی کا اعلان ہے۔ پھر ان کے ایسے معاملات کو جو مستحسن نہیں ہیں۔ غور و فکر اور بحث ومباحثہ کا میدان بنانا بدبختی اور بظاہر اس آیت کی مخالفت ہے۔ یہ آیت روافض کے قول کی واضح تردید ہے جو ابوبکر وعمر اور دوسرے اکابر صحابۂ کرام پر کفر ونفاق کے الزام لگاتے ہیں۔ (معارف القرآن تفسیر سورہ فتح)

قارئین! حضرات صحابۂ کرام کی عزت واکرام اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہمارا پورا دین حضرات صحابہ کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس لیے صحابہ پر طعن وتشنیع کے روا نہیں، اگر ایسا ہوا تو وہ دن دور نہیں کہ دیگر مذاہب باطلہ کی طرح دین اسلام بھی اپنی شناخت کھودے گا۔ کیوں کہ صحابہ پر طنز کا مطلب ہے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا اور اگر نعوذ باللہ احادیث پر ہی اعتراض کیا جائے تو صاف مطلب ہوگا کہ دین اسلام پر اعتراض۔ اور پھر یہ سلسلہ کہاں تک چلے گا اس کا کسی کو علم نہیں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اہل سنت کے علما ودانش وروں نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ان کے مشاجرات کے بارے میں تکلم سے منع کیا۔ امام طحاویؒ کی مشہور کتاب "عقیدۃ الطحاوی" میں حضرت امام فرماتے ہیں "ونبغض من يبغضهم و بغير الحق يذكرهم ، ولا يذكرهم إلا بالخير "یعنی جو صحابہ سے بغض رکھے اور غلط لہجوں میں ان کا تذکرہ کرے ہم ان سے بغض رکھیں گے اور حضرات صحابہ کا ہم صرف ذکر خیر ہی کریں گے۔

اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حکیم الاسلام قاری طیب صاحبؒ لکھتے ہیں: کہ طبعی طور پر محبوب سے بغض رکھنے والا محبّ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے (چوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ " ومن أبغضهم فببغضي ابغضهم " کہ صحابہ سے جو بغض رکھے گا وہ مجھ سے دشمنی کی وجہ سے بغض رکھے گا۔)

نیز صحابہ سے محبت ایمان ودین کا جز ہے۔ صحابہ اللہ کے محبوب اور ان تمام لوگوں کے محبوب ہیں جو اللہ کو مانتا اور اس کی اطاعت کرتا ہے؛ کیوں کہ قرآن میں صراحت ہے کہ "ویحبهم و یحبونه" کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ آگے حکیم الاسلام صاحبؒ فرماتے ہیں: کہ قرآن کریم نے حضرات صحابہ کے لیے ایسی شہادت دی جو دوسرے کسی اور کے نصیب میں نہیں اور وہ ہے ﴿ أولئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقوىٰ لهم مغفرة و أجر عظیم ﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ (سورۂ حجرات)

یہ اس لیے کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہرے حروف کو گوش گزار کرنے کا موقع ملا۔ حضور کے ساتھ مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان لوگوں نے اپنے ایام سعیدہ کے لمحات گزارے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اپنے دل ودماغ اور ارواح کو منور کیا اور یہ شرافت ان کے علاوہ کسی اور کے نصیب میں کہاں؟ اسی بنا پر ہمارا عقیدہ ہے کہ صحابہ تمام کہ تمام عادل اور ان کا اجماع حجت ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (عقیدۃ الطحاوی)

قارئین! صحابہ کے قلوب اور تزکیۂ نفس کے بارے میں اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کو قرآن سے ﴿ رضي الله عنه ﴾ کا خطاب ملا۔ اللہ جس سے راضی ہو جائے اس کی موت کفر یا نفاق پر ہو یہ محال ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رضا صفت قدیم ہے اور اللہ اس بندے سے راضی ہوتا ہے، جس کے بارے میں علم ہے کہ یہ بندہ رضا کی ساری شرطیں پوری کرے گا۔ اور اللہ جس سے راضی ہو جائے کبھی اس سے ناراض نہیں ہوگا۔ (الصارم المسلول) ابن حزمؒ کہتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتلایا کہ وہ صحابہ کے دلوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ ان سے راضی ہوا اور ان پر سکینت نازل کی۔ اس لیے کسی کو یہ حق نہیں کہ صحابہ کے بارے میں بحث ومباحثہ کرے، کیوں کہ یہاں ادنیٰ شک بھی حرام ہے۔ (الفصل فی الملل والنحل)

امام طحاوی فرماتے ہیں: کہ" ومن احسن القول فی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وازواجه وذریاته فقد بری من النفاق وعلماء السلف من الصالحین والتابعین ومن بعدهم من اهل الخیر والأثر واهل الفقه والنظر لایذکرون إلا بالجمیل"۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد کے بارے میں جو شخص مدح سرائی کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ اور خیر القرون کے علما اور تابعین اور اہل فقہ ونظر صحابہ کا ذکر صرف اور صرف بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اسی عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے حکیم الاسلام قاری طیب صاحبؒ لکھتے ہیں: کہ صحابہ سے

بدگمانی کرنا اور اہل بیت کی مدح میں غلو کرنا ریاکاری اور وہ برا رسم ہے، جو روافض کا شیوہ و وتیرہ ہے اور اس کا اصل نفاق ہے۔ کیوں کہ ان واہیات کی داغ بیل زندیق، منافق یہودی ابن سبا نے رکھا۔ سو جو ابن سبا کی پیروی کرے گا وہ نفاق میں ڈوبتا جائے گا۔ اور جو ان خرافات سے برأت کا اظہار کرے گا اور حدود شریعت میں رہ کر اہل بیت کی مدح سرائی کرے گا اور صحابہ سے حسن ظن رکھے گا وہ نفاق سے بری ہے۔ (عقیدہ الطحاوی)

روزن دیوار سے

علامہ نوویؒ حدیث إذا تواجه المسلمان بسيفها فالقاتل والمقتول في النار کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واعلم الدماء التي جرت بين الصحابة رضي الله عنهم ليست بداخلة في هذا الوعيد ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم والإمساک عما شجر بينهم وتأويل قتالهم أنهم مجتهدون متأولون لم يقصد والمعصية ولا محض الدنيا. بل إعتقد كل فريق أنه الحق ومخالفه باغ فوجب عليه قتاله ليرجع إلى امر الله. وكان بعضهم مصيبًا وبعضهم مخطئاً معذوراً في الخطاء لأنه با جتهاد والمجتهد إذا أخطأ لاإثم عليه.

یعنی صحابہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس حدیث کے وعید میں داخل نہیں ہے۔ اور جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ سے ہم حسن ظن رکھیں گے اور ان کے مشاجرات کے بارے میں چہ میگوئیاں سے باز رہیں گے۔ اور ان کے آپس میں جو مشاجرات ہوئے ہیں ان کی تاویل یہ کریں گے کہ وہ اس مشاجرات میں مجتہد تھے۔ ہر فریق اپنی جماعت کو حق پرست اور مخالفین کو باغی سمجھتا تھا اور اسی وجہ سے مخالف سے جہاد کو واجب سمجھتا تھا۔ جب تک وہ لوگ امر الٰہی کی طرف نہ لوٹ آئے، سو ان میں سے بعض اپنے اجتہاد میں صواب پر تھے اور بعض خطا پر معذور تھے اس لیے کہ وہ خطائے اجتہادی تھی اور مجتہد سے اگر غلطی ہو بھی جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے اچھا اور فیصلہ کن جملہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ہے۔ اور وہ جملہ یہ ہے "تلک دماء طهر الله أيدينا منها فلانلوث السنتنا بها" یعنی وہ خون جن سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہم اپنی زبان کو اس کے بارے میں (چہ می گوئیاں کرکے) ملوث نہیں کرنا چاہتے۔

قارئین! ان سب مضامین سے یہ خلاصہ نکل رہا ہے کہ حضرات صحابہ آپ ﷺ کی صحبت کی برکت سے اس مقام تک پہنچ گئے تھے کہ جان بوجھ کر دنیاوی ساز و سامان کے لیے ایسی جنگ و جدال نہیں کرتے تھے۔

بل کہ جب جب ان کی تلوار نیام سے نکلی تو صرف اور صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے ہی لیے نکلی، لہٰذا کسی بھی صحابہ پر حرف زنی کرنے سے پہلے ان آیات اور احادیث کا مطالعہ ضروری ہے جن سے احادیث و تفاسیر کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صحابہ کے پیروکار و مطیع بنائے اور تا قیامت ان کی محبت اور عظمت سے ہمارے قلوب کو منور فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

حضرت امیرِ معاویہؓ کون؟

مولانا مجیب بابل گاؤں

حضرت امیر معاویہؓ (سپہ سالار/کاتبِ وحی/شاعر/حکمران):

حضرت امیر معاویہؓ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن والد کا نام صخر (ابوسفیان) بن حرب اور والدہ کا نام ہندہ بنت عتبہ ہے۔ آپؓ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

(الانساب الاشراف)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جن کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ''اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب لکھا دے اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔

حضرتِ امیر معاویہؓ وہی ہیں، جن کی بہن حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔

(ازواج مطہرات، اسد الغابہ)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی اور علمی قابلیت کی بنا پر کتابتِ وحی پر مامور فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر معاویہؓ سے بھی وحی لکھواتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ- کاتبان وحی)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر روانہ فرمایا تو حضرت امیر معاویہؓ کے بھائی یزید بن ابوسفیانؓ لشکر کے امیر تھے اور امیر معاویہؓ ہراول دستے کے علمبردار تھے۔ اور فتوحات میں شریک ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، کہ یزید بن ابوسفیانؓ کی قیادت میں لڑی جانے والی جنگوں میں مقدمۃ الجیش کی کمان جن کے ہاتھوں میں تھی اور ان علاقوں کے بیشتر حصے جن کے ہاتھوں فتح ہوئے۔

(فتوح البلدان)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جن کو حضرت عمر فاروقؓ نے ۱۸ ہجری میں طاعون عمواس میں یزید بن ابوسفیانؓ کے انتقال کے بعد دمشق کا والی مقرر کیا۔ پھر حضرت عمیرؓ کی جگہ حمص کا گورنر بنایا۔ اور اسی طرح شرحبیلؓ بن حنہ کی جگہ جابیہ کا گورنر مقرر کیا، تو اس طرح شام کا پورا صوبہ حضرت معاویہؓ کے سپرد ہوا۔

(تاریخ ابن خلدون)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جنھوں نے مصر اور شام کی فتوحات کے علاوہ قبرص کے جزیرے پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔

(البدایہ والنہایہ)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جنھوں نے اسلامی تاریخ میں سب سے پہلا بحری لشکر تیار کیا، جس کا مختصر واقعہ یہ ہے: حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کی اجازت سے قبرص پر لشکر کشی کے لیے پانچ سو جہازوں کا ایک بحری بیڑا تیار کیا، یہ بیڑا قبرص پہنچ لنگر انداز ہوا تو اہل قبرص نے چند شرائط پر صلح کر لی۔ کچھ عرصہ بعد معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہل قبرص نے مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی۔ ۳۳ ہجری میں امیر معاویہؓ نے قبرص پر لشکر کشی کر کے اسے فتح کر لیا۔

(فتوح البلدان/ تاریخ طبری)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جو ۱۸ ہجری سے ۴۱ ہجری تک بائیس سال دمشق اور دوسرے علاقوں کے گورنر رہے۔ حضرت امام حسینؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد ۴۱ ہجری میں باقاعدہ طور پر خلیفہ بنے اور اموی خلافت کی بنیاد رکھی اس سال کو عام الجماعت کا نام دیا گیا۔

(تاریخ الخلفاء/ البدایہ والنہایہ)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جن کے عہد خلافت میں فتوحات کو وسعت ملی۔ ہندستان پر لشکر کشی سے سندھ کی فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھا، اسلامی لشکر نے مہلب بن ابی صفرہؓ عبداللہ بن عامرؓ، سنان بن سنان، راشد بن عمرو ازدی اور بعض دوسرے مسلمان جرنیلوں کی سرکردگی میں قلات، قندھار، مکران، سیستان اور بہت سے دوسرے علاقے فتح ہوئے۔

(فتوح البلدان)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جن کے دور حکومت میں بخارا اور اس کے اردگرد کے علاقے، سمرقند اور ترمذ مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ (فتوح البلدان/ تاریخ طبری)

حضرت امر معاویہؓ وہی ہیں، جن کے زمانے میں شمالی افریقہ کی فتوحات میں وسعت ہوئی۔ عقبہ بن نافع، معاویہ بن خدیج، رویفع بن ثابت، عبداللہ بن عبدالعزیز، عبدالملک اور بعض دوسرے صحابہ نے بہت سے علاقوں میں نہ صرف بغاوتیں ختم کیں، بل کہ نئی فتوحات بھی ہوئی۔ (فتوح البلدان/تاریخ طبری)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جن کے دور میں ۴۹ ہجری میں آپؓ نے حضرت سفیان بن ازدی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ قسطنطنیہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ اسلامی بیڑہ بحر روم سے گزر کر قسطنطنیہ پہنچا اور قلعے کا محاصرہ کیا، رومیوں نے اپنی پوری قوت صرف کردی۔ کئی خونریز معرکے ہوئے اور قسطنطنیہ فتح ہوگیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ (فتوح البلدان)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جو جنگی انتظامات کے ماہر تھے۔ جنھوں نے سپاہیوں کے لیے دو دو ہزار درہم مقرر کیے اور ان کی محاذ جنگی پر روانگی کے بعد ان کے اہل خانہ کی خبر گیری کرتے۔ ہر طرح کے ملکی حالات سے باخبر رہتے، دمشق کو دارالحکومت اور عالم اسلام کا مرکز بنایا، چوری قتل اور دوسرے جرائم کا خاتمہ کیا۔ (تاریخ طبری/تاریخ کبیر)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جنھوں نے بیت اللہ کی خدمت کے لیے متعدد غلام مقرر کیے اور بیت اللہ پر دیباج وحریر کا عمدہ غلاف چڑھایا۔ پرانی مساجد کو مرمت کروا کے نئی مساجد تعمیر کروائیں۔ وہ خود مسجدوں کی حالت کا جائزہ لیتے اور احکامات جاری کرتے۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت امیر معاویہؓ وہی ہیں، جنھوں نے رفاہ عام اور مجاہدین کے بچوں کے وظائف؛ دودھ چھوڑنے کے بعد سے جاری کیے۔ مردم شماری کے لیے سرکاری اہل کار مقرر کیے، نہریں کھدوا کر سیکڑوں ایکڑ اراضی سیراب کی، نہروں اور تالابوں کے ذریعہ زراعت کو ترقی دی، نئے شہر مثلاً: قیروان آباد کیے اور اسلامی نو آبادیاں قائم کیں، ڈاک کا نظام بہتر بنایا، محکمہ قضا وعدالت کو ترقی دی، خبر رسانی اور ڈاک کے لیے ''برید'' کے نام سے مستقل محکمہ بنایا اور سرکاری فرامین جمع کرنے کے لیے دیوان خاتم بنائے۔ (معجم البلدان/تاریخ یعقوبی)

حضرت امیر معاویہؓ کا ۶۰ ہجری میں دمشق میں انتقال ہوا۔ ضحاک بن قیس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ متعدد شادیاں کیں، لیکن دو ہی بیویوں سے اولاد ہوئیں۔ (تاریخ طبری/البدایہ والنہایہ)

(مستفاد از: انسائیکلوپیڈی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین)

☆.....☆.....☆

شمع رسالت ﷺ کے پروانے

مولانا عبدالحسیب صاحب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم؛ سیرت وکردار کے اعتبار سے اتنے ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ انبیا علیہم السلام کو چھوڑ کر آج تک ان سے بہتر کسی انسان پر آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ یہ آسمانِ ہدایت کے وہ روشن ستارے ہیں، جن کے صدق واخلاص، امانت ودیانت، خیر وایثار اور زہد واتقا کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ دین حنیف کی ترویج واشاعت اور پرچم حق کی سربلندی کے لیے انہوں نے زندگی کے ہر میدان میں وہ قربانیاں دیں کہ ان کا اجتماعی اور انفرادی کردار قیامت تک فرزندان توحید کے لیے مشعل راہ بن گیا۔ ان قدسی صفات انسانوں نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنے قبیلے اور وطنِ عزیز کو خیر باد کہا۔ گھر بار لٹائے، فاقے سہے، ہر قسم کی اذیتیں اور صعوبتیں برداشت کیں، یہاں تک کہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے دین کی جس دردمندی اور خلوص کے ساتھ خدمت، حفاظت اور اشاعت کی، اس کا اعتراف ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ بلاشبہ یہ نفوسِ قدسی امت اسلامیہ کے محسنین ہیں اور یہ امت ان کے احسانات کے بارگراں سے تا قیامت سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر صحابی اپنی ذات میں آیت الٰہی تھا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہی عظیم رجالِ کار کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہے۔ جو لوگ اہل قرآن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرآنِ حکیم کے سوا کسی اور چیز کو تسلیم نہیں کرتے وہ ذرا سوچیں اور خوف خدا سے کام لیں تو خود بہ خود ہی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ قرآن پاک کا ایک ایک لفظ؛ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ پھر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک ایک لفظ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچایا اور یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے جن کے ذریعے قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ امت تک پہنچا۔ اگر لسان رسالت پر جاری ہونے والے قرآن حکیم کے الفاظ کے بارے میں آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی امانت ودیانت پر بھروسہ کر سکتے ہیں، تو پھر کیا سبب ہے کہ آپ ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی امانت ودیانت کو صدقِ دل سے تسلیم نہیں کرتے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو آسمان صداقت کے وہ روشن ستارے ہیں، جنہیں دیکھ کر امت کے سفینہ کے لیے منزل مقصود کا رخ متعین کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان پاکباز اور برگزیدہ

بندوں کا حسنِ کردار اور حسنِ گفتار بارگاہِ خداوندی میں اتنا مقبول ہوا کہ قرآن پاک میں جگہ جگہ ان کے اوصافِ حمیدہ بیان کیے گئے، ان کی تعریف وتحسین کی گئی اور کھلے لفظوں میں ان کو جنت کی بشارت دی گئی۔ جب رب ذوالجلال والاکرام خود اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتا ہو تو پھر ان نفوس قدسیہ کی عظمت اور ان کے راست باز ہونے کے ثبوت کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ فی الحقیقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صداقت وعدالت پر کامل اعتقاد دین کا بنیادی تقاضہ ہے۔ ان سے محبت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے اور ان کی مخالفت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کے مترادف ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہؓ کے معاملہ میں، میرے بعد ان کو ہدفِ تنقید نہ بنانا کیوں کہ جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے۔'' (جامع ترمذی عن عبداللہ بن مغفلؓ)

اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو بہ طور طبقہ اخلاق فاضلہ کی جلا بخشی تھی اور انہیں کفر، گناہ اور نافرمانی سے دوری صرف از حکم شریعت نہیں، از راہ طبیعت حاصل ہو چکی تھی۔ شریعت کے تقاضے ان کی طبیعت بن چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان کو ان کے دلوں کی طلب اور زینت بنا دیا تھا۔ ہمارے اس عقیدہ پر قرآن کریم کی کھلی شہادت موجود ہے۔

ولٰکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزیّنہ فی قلوبکم وکرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان أولئک ھم الراشدون (پ:۲۶، الحجرات)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے محبت ڈال دی تمہارے دلوں میں ایمان کی اور کھپا دیا اس کو تمہارے دلوں میں اور لائق نفرت بنا دیا تمہارے دلوں میں کفر گناہ اور نافرمانی، وہ ہیں راشدین۔

اُمت کو اس بات سے بھی آگاہ فرمایا گیا کہ تم میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ فرد کی بڑی سے بڑی نیکی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے ان پر زبانِ تشنیع دراز کرنے کا حق اُمت کے کسی فرد کو حاصل نہیں۔

چناں چہ ارشاد ہے:

''**لا تسبوا أصحابی، فلو أن أحدکم أنفق مثل أحد ذھبا مابلغ مد أحدھم ولا نصیفہ**''۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو (کیوں کہ تمہارا وزن ان کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا پہاڑ کے مقابلہ میں ایک تنکے کا ہوسکتا ہے چناں چہ) تم میں سے ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو ان کے ایک سیر جو کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے عشر عشیر کو۔''

مقامِ صحابہ کی نزاکت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ امت کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ ان کی عیب جوئی کرنے والوں کو نہ صرف ملعون ومردود سمجھیں، بل کہ برملا اس کا اظہار کریں۔ فرمایا:

" إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شركم" (ترمذی)

ترجمہ: ''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور انہیں ہدف تنقید بناتے ہیں تو ان سے کہو تم میں سے (یعنی صحابہ اور ناقدین صحابہ میں سے) جو برا ہے اس پر اللہ کی لعنت۔ (ظاہر ہے کہ صحابہ کو برا بھلا کہنے والا ہی بدتر ہوگا)۔''

مؤخر الذکر حدیث کے چند فوائد ماہنامہ بینات محرم الحرام ۱۳۹۰ھ میں ذکر کیے گئے تھے۔ بتصرف یسیر ان فوائد کو یہاں نقل کرتا ہوں:

۱- حدیث میں " سبّ " سے بازاری گالیاں دینا مراد نہیں، بل کہ ہر ایسا تنقیدی کلمہ مراد ہے جو اُن حضرات کے استخفاف میں کہا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ پر تنقید اور نکتہ چینی جائز نہیں، بل کہ وہ قائل کے ملعون ومطرود ہونے کی دلیل ہے۔

۲- آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو اس سے ایذا ہوتی ہے۔ (وقد صرح به بقوله فمن اذاهم فقد آذنی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو ایذا دینے میں حبط اعمال کا خطرہ ہے۔

لقولہ تعالیٰ: ﴿ ان تحبط اعمالكم و انتم لا تشعرون ﴾ لہٰذا سبِّ صحابہؓ میں سلب ایمان کا اندیشہ ہے۔

۳- صحابہ کرامؓ کی مدافعت کرنا اور ناقدین کو جواب دینا ملت اسلامیہ کا فرض ہے۔ (فان الامر للوجوب)

۴- آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ناقدین صحابہؓ کو ایک ایک بات کا تفصیلی جواب دیا جائے؛ کیوں کہ اس سے جواب اور جواب الجواب کا ایک غیر مختتم سلسلہ چل نکلے گا۔ بل کہ یہ تلقین فرمائی کہ انہیں بس اصولی اور فیصلہ کن جواب دیا جائے اور وہ یہ ہے:

لعنة الله على شركم .

۵- "شرکم" کے لفظ میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ "شر" مصدر مضاف ہے فاعل کی طرف، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ تمہارے پھیلائے ہوئے شر پر اللہ کی لعنت۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ "شرکم" اسم تفضیل کا صیغہ ہے، جو مشاکلت کے طور پر استعمال ہوا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ "تم میں سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو بھی بدتر ہو، اس پر اللہ کی لعنت۔" اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقدین صحابہؓ کے لیے ایسا کنایہ استعمال فرمایا ہے کہ اگر وہ اس پر غور کریں تو ہمیشہ کے لیے تنقید صحابہؓ کے روگ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اتنی بات تو بالکل کھلی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے ہی ہوں، مگر تم سے تو اچھے ہی ہوں گے۔ تم ہوا پر اڑلو، آسمان پر پہنچ جاؤ، سو بار مر کر جی لو۔ مگر تم سے صحابی تو نہیں بنا جاسکے گا، آخر تم وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے، جس نے جمال جہاں آرائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دیدار کیا؟ وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو کلمات نبوت سے مشرف ہوئے؟ ہاں! تم وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو انفاس مسیحائی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے زندہ ہوئے؟ وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو انوار قدس سے منور ہوئے؟ تم وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو ایک بار بشرۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مس ہوئے اور ساری عمر ان کی بوئے عنبریں نہیں گئی؟ تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے، جو معیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں آبلہ پا ہوئے؟ تم وہ زمان کہاں سے لاؤ گے جب آسمان زمین پر اتر آیا تھا؟ تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے، جہاں کونین کی سیادت جلوہ آرا تھی؟ تم وہ محفل کہاں سے لاؤ گے جہاں سعادت دارین کی شراب طہور کے جام بھر بھر کے دیے جاتے اور تشنہ کامان محبت، "ھل من مزید" کا نعرۂ مستانہ لگا رہے تھے؟ تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے، جو کأنی اری اللّٰہ عیاناً کا کیف پیدا کرتا تھا؟ تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے، جہاں کانما علی رؤسنا الطیر کا سماں بندھ جاتا تھا؟ تم وہ صدر نشین تخت رسالت کہاں سے لاؤ گے، جس کی طرف ھذا الابیض المتکی سے اشارے کیے جاتے تھے؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم وہ شمیم عنبر کہاں سے لاؤ گے، جس کے ایک جھونکے سے مدینہ کے گلی کوچے معطر ہو جاتے تھے؟ تم وہ محبت کہاں سے لاؤ گے، جو دیدار محبوب میں خواب نیم شبی کو حرام کر دیتی تھی؟ تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے، جو ساری دنیا کو تج کر حاصل کیا جاتا تھا؟ تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے، جو پیمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناپ تاپ کرا دا کیے جاتے تھے؟ تم وہ اخلاق کہاں سے لاؤ گے، جو آئینۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے؟ تم وہ رنگ کہاں سے لاؤ گے جو "صبغۃ اللہ" کی بھٹی میں دیا جاتا تھا؟ تم وہ ادائیں کہاں سے لاؤ گے، جو دیکھنے والوں کو نیم بسمل بنا دیتی تھیں؟ تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے، جس کے امام نبیوں کے امام تھے؟ تم قدوسیوں کی وہ جماعت کیسے بن سکو گے، جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میرے صحابہ کو لاکھ برا کہو، مگر اپنے ضمیر کا دامن جھنجھوڑ کر بتاؤ!

اگر ان تمام سعادتوں کے بعد بھی (نعوذ باللہ) میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) برے ہیں تو کیا تم ان سے بدتر نہیں ہو؟ اگر وہ تنقید وملامت کے مستحق ہیں تو کیا تم لعنت وغضب کے مستحق نہیں ہو؟ اگر تم میں انصاف وحیا کی کوئی رمق باقی ہے تو اپنے گریبان میں جھانکو اور میرے صحابہ کے بارے میں زبان بند کرو۔

۶- حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنقید صحابہؓ کا منشا ناقد کا نفسیاتی شر اور خبث وتکبر ہے۔ آپ جب کسی شخص کے طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہیں تو اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ کسی صفت میں وہ آپ کے نزدیک خود آپ کی اپنی ذات سے فروتر اور گھٹیا ہے۔ اب جب کوئی شخص کسی صحابیؓ کے بارے میں مثلاً یہ کہے گا کہ اس نے عدل وانصاف کے تقاضوں کو کما حقہ ادا نہیں کیا تھا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر اس صحابیؓ کی جگہ یہ صاحب ہوتے تو عدل وانصاف کے تقاضوں کو زیادہ بہتر ادا کرتے، گویا ان میں صحابیؓ سے بڑھ کر صفت عدل موجود ہے۔ یہ ہے تکبر کا وہ ''شر'' اور نفس کا وہ ''خبث'' جو تنقید صحابہؓ پر اُبھارتا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ''شر'' کی اصلاح اس حدیث میں فرمانا چاہتے ہیں۔

۷- حدیث میں بحث ومجادلہ کا ادب بھی بتایا گیا ہے۔ یعنی خصم کو براہِ راست خطاب کرتے ہوئے یہ نہ کہا جائے کہ تم پر لعنت! بل کہ یوں کہا جائے کہ تم دونوں میں جو برا ہو اس پر لعنت۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی منصفانہ بات ہے جس پر سب کو متفق ہونا چاہیے۔ اس میں کسی کے برہم ہونے کی گنجائش ہی نہیں رکھی گئی۔ اب رہا یہ قصہ کہ ''تم دونوں میں برا'' کا مصداق کون ہے؟ خود ناقد یا جس پر وہ تنقید کرتا ہے؟ اس کا فیصلہ کوئی مشکل نہیں۔ دونوں کے مجموعی حالات کو سامنے رکھ کر ہر معمولی عقل کا آدمی بھی یہ نتیجہ آسانی سے اخذ کرسکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابیؓ برا ہوسکتا ہے یا اس کا خوش فہم ناقد؟

۸- حدیث میں فقولوا کا خطاب امت سے ہے۔ گویا ناقدین صحابہ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت نہیں سمجھتے، بل کہ انہیں اُمت کے مقابل فریق کی حیثیت سے کھڑا کرتے ہیں۔ اور یہ ناقدین کے لیے شدید وعید ہے جیسا کہ بعض دوسرے معاصی پر '' فلیس منا '' کی وعید سنائی گئی ہے۔

۹- حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح ناموس شریعت کا اہتمام تھا، اسی طرح ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کی حفاظت کا بھی اہتمام تھا۔

کیوں کہ ان ہی پر سارے دین کا مدار ہے۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناقدین صحابہؓ کی جماعت بھی ان ''مارقین'' (گمراہ فرقہ) سے ہے، جن سے جہاد باللسان کا حکم اُمت کو دیا گیا ہے۔

مشاجراتِ صحابہؓ کا منشا غلط فہمی تو ہوسکتا ہے لیکن بدنیتی نہیں۔ سوئے اعتقاد نہیں، ایمان اپنی بنیادی شان سے ان کے دلوں میں راسخ ہے، لہذا ہمارے لیے حکم شریعت یہ ہے کہ ان میں خون ریزی تک دیکھو تو بدگمانی کو راہ نہ دو۔ یہ سب بھائی بھائی ہیں بدگمانی سے انتہا تک بچو۔

ان میں سے کسی بڑے سے بڑا گناہ دیکھو تو بھی بدگمانی نہ کرو۔ اس کا ظہور بتقاضائے فسق نہیں ہوا۔ محض اس حکمت سے وجود میں آیا ہے کہ اس پر شریعت کی ہدایت اُترے اور یہ لوگ تکمیل شریعت کے لیے استعمال ہوجائیں۔ جیسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی وقت نماز کی رکعتوں میں بھولنا از راہِ غفلت نہیں تھا اس حکمتِ الٰہی کے تحت تھا کہ لوگوں پر سجدہ سہو کا مسئلہ کھلے اور شریعت اپنی پوری بہار سے کھلے۔ سو ایسے جو اُمور شانِ نبوت کے خلاف نہ تھے ان کے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالے گئے اور جو گناہ کی حد تک پہنچتے تھے انہیں بعض صحابہؓ پر ڈالا گیا۔ اور حضرت اس طرح تکمیل شریعت کے لیے بہ طور سبب استعمال ہوگئے ان حالات سے گزرنے کے بعد بھی ان کا وہ تقدس بحال ہے جو انہیں بہ طور صحابی کے حاصل تھا اور ان کی بھی بدگوئی کسی پہلو سے جائز نہیں۔ اعتبار ہمیشہ اواخر امور کا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر ان اُمور اور واقعات کی قرآن کریم سے تطبیق نہیں ہوتی۔ یہ بات بالقطع والیقین حق ہے کہ صحابہ میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو غیر ثقہ ہو یا جو دین میں کوئی غلط بات کہے۔

سرخیل محدثین حضرت علامہ عینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: **لیس فی الصحابة من یکذب وغیر ثقة**(۱)

جب کوئی حدیث کسی صحابی سے مروی ہو اور اس کے نام کا پتہ نہ چلے تو وہ راوی کبھی مجہول الحال نہ سمجھا جائے گا، صحابی ہونے کے بعد کسی اور تعارف یا تعدیل کی حاجت نہیں۔

علامہ عبدالبر مالکی (۴۶۳) لکھتے ہیں:

ان جمیعهم ثقات مامونون عدل رضي فواجب قبول مانقل کل واحد منهم وشهدوا به علي نبیه صلي الله علیه وسلم (۲)

ترجمہ: سب صحابہ ثقہ اور امانت دار اور عادل ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہوا، ان میں سے ہر ایک نے جو بات اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی اور اس کے ساتھ اپنے نبی کے عمل کی شہادت دی (لفظاً ہو یا عملاً) وہ واجب القبول ہے۔

انبیا علیہم السلام کے بعد صحابہ ہیں، جو بہ طور طبقہ محمود و منصور ہیں۔ عام طبقات انسانی میں اچھے بُرے کی تقسیم ہے، علما تک میں علمائے حق اور علمائے سوء کی دو قطاریں لگی ہیں، لیکن صحابہ میں یہ تقسیم نہیں۔ صحابہ سارے کے سارے اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باطن کی خبر دی ہے اور فرمادیا کہ کلمہ تقویٰ ان میں اُتار دیا گیا اور بے شک وہ اس کے اہل تھے:

والزمهم كلمة التقوىٰ وكانوا احق بها واهلها۔ (پ:۲۶، الفتح، ع:۳)

حدیث میں "كلمة التقوىٰ" کی تفسیر لا الہ الا اللہ سے کی گئی ہے۔ سو یہ بات ہر شک اور شبہ سے بالاتر ہے کہ کلمہ اسلام ان کے دلوں میں اُتارا گیا تھا اور اس کے لیے ان کے دل کی دُنیا بلاشبہ تیار اور استوار تھی کہ اس میں یہ دولت اُترے اور انہی کا حق تھا کہ یہ دولت پا جائیں۔

سو یہ حضرات ہم احاد امت کی طرح نہیں۔ ان کا درجہ ہم سے اُوپر اور انبیائے کرام کے نیچے ہے۔ انہیں درمیانی مقام میں سمجھو کہ یہ حضرات ہم پر اللہ کے دین کے گواہ بنائے گئے ہیں اور اللہ کا رسول ان پر اللہ کے دین کا گواہ ہے جس طرح کعبہ قبلۂ نماز ہے یہ حضرات بھی قبلۂ اقوام ہیں:

وكذلك جعلناكم امة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً۔ (پ:۲، البقرہ، ع:۱۷، آیت:۱۴۳)

خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں: کہ صحابۂ کرام مخلوق میں سے کسی کی تعدیل کے محتاج نہیں۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جو اُن کے باطن پر پوری طرح مطلع ہے ان کی تعدیل کر چکا ہے:

فلا يحتاج احد منهم مع تعديل الله لهم المطلع علىٰ بواطنهم الىٰ تعديل احدٍ من الخلق له۔ (۳)

ترجمہ: صحابہ میں سے کوئی بھی مخلوقات میں سے کسی کی تعدیل کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ جو اُن کے قلوب پر مطلع ہے اس کی تعدیل کے ساتھ اور کسی کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

جب دین انہی سے ملتا ہے تو ان حضرات کی تعظیم اس امت میں حق کی اساس ہوگی۔ انہی سے قافلہ امت آگے بڑھا ہے اور پوری امت جمعہ اور عید کے ہر خطبہ میں ان کی ثناخوانی کرتی آئی ہے اور تا قیام قیامت کرتی ہی رہے گی۔ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار رہے کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔ بقول مولانا ابوالکلام آزادؒ:

دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا جیسا کہ صحابہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راہِ حق میں کیا۔ انھوں نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کر دیا، جو انسان کر سکتا ہے اور پھر اس راہ سے انہوں نے سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پا سکتی ہے۔

اہل حق ہمیشہ سے صحابہ کی عظمتوں کے گرد پہرہ دیتے آئے ہیں۔ جہاں کسی نے شک کا کوئی کانٹا لگایا، اہل حق نے ان کے تزکیہ کی کھلی شہادت دی، جہاں کہیں تبرا کی آواز اٹھی، اہل حق تولا کی دعوت سے آگے بڑھے اور نفاق کے بُت ایک ایک کر کے گرا دیئے۔

مشاجرات صحابہ کے معاملے میں امت کا عقیدہ اور عمل

(تلخیص از: مقامِ صحابہؓ مفتی شفیع صاحبؒ)

لفظ ''مشاجرہ'' شجر سے مشتق ہے، جس کے اصل معنی تنے دار درخت کے ہیں، جس کی شاخیں اطراف میں پھیلتی ہیں، باہمی اختلافات ونزاع کو اسی مناسبت سے مشاجرہ کہا جاتا ہے کہ درخت کی شاخیں بھی ایک دوسرے سے ٹکراتی اور ایک دوسے کی طرف بڑھتی ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو اختلافات پیش آئے اور کھلی جنگوں تک نوبت پہنچ گئی، علمائے امت نے ان کی باہمی حروب اور اختلافات کو جنگ وجدال سے تعبیر نہیں کیا، بلکہ از روئے ادب ''مشاجرہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، کیوں کہ درخت کی شاخوں کا ایک دُوسرے میں گھسنا اور ٹکرانا مجموعی حیثیت سے کوئی عیب نہیں، بل کہ درخت کی زینت اور کمال ہے۔

ایک سوال اور جواب

اسلام میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا درجہ اور مقام جو اُوپر قرآن وسنت کی نصوص اور اُمت اور اکابر علما کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے، اس کے بعد ایک قدرتی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ سب کے سب واجب التعظیم اور عدل وثقہ ومتقی وپرہیز گار ہیں تو اگر ان کے آپس میں کس مسئلے میں اختلاف پیش آجائے تو ہمارے لیے طریق کار کیا ہونا چاہئے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ دو متضاد اقوال میں دونوں کو صحیح سمجھ کر دونوں ہی کو معمول نہیں بنایا جاسکتا، عمل کرنے کے لیے کسی ایک کو اختیار کرنا دوسرے کو چھوڑنا لازم ہے، تو اس ترک و اختیار کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ نیز اس میں دونوں طرف کے بزرگوں کا ادب واحترام اور تعظیم کیسے قائم رہے گی جب کہ ایک کے قول کو مرجوح قرار دے کر چھوڑا جائے گا؟

خوصوصاً یہ سوال ان معاملات میں زیادہ سنگین ہوجاتا ہے، جن میں ان حضرات کا اختلاف باہمی جنگ وخون ریزی تک پہنچ گیا، ان میں ظاہر ہے کہ کوئی ایک فریق حق پر ہے دوسرا خطا پر، اس خطا وصواب کے معاملے کو طے کرنا عمل وعقیدہ کے لے ضروری ہے، مگر اس صورت میں دونوں فریق کی یکساں تعظیم واحترام کیسے قائم رکھا جاسکتا ہے؟ جس کو خطا پر قرار دیا جائے اس کی تنقیص ایک لازم امر ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ دو مختلف اقوال میں سے ایک کو حق یا راجح اور دوسرے کو خطا یا مرجوح قرار دینے میں کسی ایک فریق کی تنقیص لازم ہے۔ اسلافِ امت نے ان دونوں کاموں کو اس طرح جمع کیا ہے کے عمل اور عقیدہ کے لیے کسی ایک فریق کے قول کو شریعت کے مسلمہ اصولِ اجتہاد کے مطابق اختیار اور دوسرے کو ترک

کیا لیکن جس کے قول کو ترک کیا ہے اس کی ذات اور شخصیت کے متعلق کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں کہا جس سے ان کی تنقیص ہوتی ہو، خصوصاً مشاجراتِ صحابہ میں تو جس طرح امت کا اس پر اجماع ہے کے دونوں فریق کی تعظیم واجب اور دونوں فریق میں سے کسی کو برا کہنا ناجائز ہے، اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کے جنگ جمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے ان کا مقابلہ کرنے والے خطا پر تھے، اسی طرح جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مقابل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب خطا پر؛ البتہ ان خطاؤں کو اجتہادی خطا قرار دیا، جو شرعاً گناہ نہیں؛ جس پر اللہ کی طرف سے عتاب ہو، بل کہ اصولِ اجتہاد کے مطابق اپنی کوشش صرف کرنے کے بعد بھی اگر ان سے خطا ہوگئی تو ایسے خطا کرنے والے بھی ثواب سے محروم نہیں ہوتے، ایک اجر ان کو بھی ملتا ہے۔

باجماع امت ان حضراتِ صحابہ کے اس اختلاف کو بھی اسی طرح کا اجتہادی اختلاف قرار دیا گیا ہے، جس سے کسی فریق کے حضرات کی شخصیتیں مجروح نہیں ہوتیں۔

اس طرح ایک طرف خطا وثواب کو بھی واضح کر دیا گیا، دوسری طرف صحابہ کرام کے مقام اور درجے کا پورا احترام بھی ملحوظ رکھا گیا، اور مشاجراتِ صحابہ میں کفِ لسان اور سکوت کو اسلم قرار دے کر اس کی تاکید کی گئی کہ بلاوجہ ان روایات وحکایات میں خوض کرنا جائز نہیں، جو باہمی جنگ کے دوران ایک دوسرے کے متعلق نقل کی گئی ہیں۔

مشاجرات صحابہ کے بارے میں سلف صالحین کے اقوال:

تفسیر قرطبی سورۂ حجرات میں آیت ''وإن طائفتان من المؤمنين إقتتلوا'' کے تحت مشاجرات صحابہ پر سلف صالحین کے اقوال کے ساتھ بہترین تحقیق فرمائی ہے، جس کا صرف ترجمہ تلخیص کے پیش نظر تحریر کیا جاتا ہے:

ترجمہ:۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی بھی صحابی کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے، اس لیے کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے طرزِ عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور سب کا مقصد اللہ کی خوشنودی تھی، یہ سب حضرات ہمارے پیشوا ہیں، اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات سے کفِ لسان کریں، اور ہمیشہ ان کا ذکر بہترین طریقے پر کریں، کیوں کہ صحابیت بڑی حرمت کی چیز ہے اور نبی ﷺ نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا، اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے انہیں معاف کر رکھا ہے اور ان سے راضی ہے، ان کے علاوہ متعدد سندوں سے یہ حدیث ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت طلحہؓ کے بارے میں فرمایا:

''ان طلحة شهيد يمشي على وجه الارض''

یعنی طلحہؓ روئے زمین پر چلنے والے شہید ہیں۔

اب اگر حضرت علیؓ کے خلاف حضرت طلحہؓ کا جنگ کے لیے نکلنا کھلا گناہ اور عصیان تھا، تو اس جنگ میں مقتول ہو کر وہ ہرگز شہادت کا رتبہ حاصل نہ کرتے، اسی طرح اگر حضرت طلحہؓ کا یہ عمل تاویل کی غلطی اور ادائے واجب میں کوتاہی قرار دیا جاسکتا تو بھی آپ کو شہادت کا مقام حاصل نہ ہوتا؛ کیوں کہ شہادت تو صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص اطاعتِ ربانی میں قتل ہوا ہو، لہٰذا ان حضرات کے معاملے کو اسی عقیدے پر محمول کرنا ضروری ہے، جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔

اسی بات کی دوسری دلیل وہ صحیح اور معروف ومشہور احادیث ہیں، جو خود حضرت علیؓ سے مروی ہیں اور جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''زبیر کا قاتل جہنم میں ہے''۔

نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ صفیہ کے بیٹے کو جہنم کی خبر دے دو، جب یہ بات ہے تو ثابت ہوگیا کہ حضرت علی اور حضرت زبیر اس لڑائی کی وجہ سے گناہ گار نہیں، اگر ایسا نہ ہو تو حضور صلی علیہ وسلم حضرت طلحہ کو شہید نہ فرماتے، اور حضرت زبیر کے قاتل کے بارے میں جہنم کی پیشین گوئی نہ کرتے، نیز ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے، جن کے جنتی ہونے کی شہادت تقریباً متواتر ہے۔

اسی طرح جو حضرات صحابہ ان جنگوں میں کنارہ کش رہے، انہیں بھی تأویل میں خطا کار نہیں کہا جاسکتا، بلکہ ان کا طرزِ عمل بھی اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ نے ان کو اجتہاد میں اسی رائے پر قائم رکھا، جب یہ بات ہے تو اس وجہ سے ان حضرات پر لعن طعن کرنا، ان سے براءۃ کا اظہار کرنا اور انہیں فاسق قرار دینا، ان کے فضائل ومجاہدات اور ان کے عظیم دینی مقامات کو کالعدم کردینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ بعض علما سے پوچھا گیا کہ اس خون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، جو صحابہ کرام کہ باہمی مشاجرات میں بہایا گیا؟ تو انہوں نے جواب میں یہ آیت پڑھ دی کہ:

"تلک أمة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون".

ترجمہ:۔ یہ ایک امت تھی جو گزر گئی، اس کے اعمال اس کے لیے ہیں، اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں، اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

کسی اور بزرگ سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

''یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ نے میرے ہاتھوں کو اس میں (رنگنے سے) بچایا، اب میں اپنی زبان کو ان سے آلودہ نہیں کروں گا''۔ مطلب یہی تھا کہ میں کسی ایک فریق کو کسی معاملے میں یقینی طور پر خطا کار ٹھہرانے کی غلطی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا۔

(صحیح طریقہ) مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کرنا ہے۔

یہ مختصر تحریر مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت مفتی شفیع صاحبؒ سے تلخیص کر کے نذر قارئین کی گئی ہے۔ اس میں مفتی صاحب نے سلف وخلف، متقدمین ومتاخرین علمائے امت کے عقائد واقوال کا جن میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عدل وثقہ ہونے پر بھی اجماع واتفاق ہے اور اس پر بھی کہ ان کے درمیان پیش آنے والے مشاجرات میں خوض نہ کیا جائے یا سکوت اختیار کریں یا پھر ان کی شان میں کوئی ایسی بات کہنے سے پرہیز کریں جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص ہوتی ہے۔

صحابہ کرامؓ معصوم نہیں، مگر مغفور ومقبول ہیں:

اسی کے ساتھ ان سب حضرات کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ، انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں، ان سے خطائیں اور گناہ سرزد ہوسکتے ہیں اور ہوئے ہیں، جن پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود اور سزائیں جاری فرمائی ہیں، احادیثِ نبویہ میں یہ سب واقعات ناقابل انکار ہیں۔ مگر اس کے باوجود افرادِ امت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بہ چند وجوہ خاص امتیاز حاصل ہے۔

۱:.....اول یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کو ایسا بنا دیا تھا کہ شریعت ان کی طبیعت بن گئی تھی، خلاف شرع کوئی کام یا گناہ ان سے صادر ہونا انتہائی شاذ ونادر تھا؛ ان کے اعمال صالحہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام پر اپنی جانیں اور مال واولاد سب کو قربان کرنا اور ہر کام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات کے اتباع کو وظیفۂ زندگی بنانا اور اس کے لیے ایسے مجاہدات کرنا، جس کی نظیر پچھلی امتوں میں نہیں ملتی، ان بے شمار اعمال صالحہ اور فضائل وکمالات کے مقابلے میں عمر بھر میں کسی گناہ کا سرزد ہوجانا اس کو خود ہی کالعدم کر دیتا ہے۔

۲:.....دوسرے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت اور ادنیٰ گناہ کے صدور کے وقت ان کا خوف وخشیت اور فوراً توبہ کرنا؛ بل کہ اپنے آپ کو سزا جاری کرنے کے لیے پیش کر دینا اور اس پر اصرار کرنا۔ روایات حدیث میں معروف ومشہور ہیں، بحکم حدیث توبہ کر لینے سے گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایسا ہوجاتا ہے کہ کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔

۳:.....قرآنی ارشاد کے مطابق انسان کے حسنات بھی اس کی سیات کا خود بخود کفارہ ہوجاتی ہیں۔

"ان الحسنات یذھبن السیئات".

۴: اقامت دین اور نصرت اسلام کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی عسرت وتنگ دستی اور مشقت ومحنت کے ساتھ ایسے معرکے سر کرنا کہ اقوام عالم میں ان کی نظیر نہیں۔

۵:-ان حضرات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان واسطہ اور رابطہ ہونا، کہ باقی امت کو قرآن وحدیث اور دین کی تمام تعلیمات انہیں حضرات کے ذریعہ پہنچی، ان میں خامی وکوتاہی رہتی تو قیامت تک دین کی حفاظت اور دنیا کے گوشے گوشے میں اشاعت کا کوئی امکان نہیں تھا، اس لیے حق تعالیٰ نے آنحضرت کی صحبت کی برکت سے ان کے اخلاق وعادات، ان کے حرکات وسکنات کو دین کے تابع بنادیا تھا، ان سے اول تو گناہ صادر ہی نہ ہوتا تھا، اور اگر عمر بھر میں کبھی شاذ ونادر کسی گناہ کا صدور ہوگیا، تو فوراً اس کا کفارہ توبہ واستغفار اور دین کے معاملے میں پہلے سے زیادہ محنت ومشقت اٹھا کر کردینا ان میں معروف ومشہور تھا۔

۶:.....حق تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا اور دین کا واسطہ اور رابطہ بنایا تو ان کو یہ خصوصی اعزاز بھی عطا فرمایا کہ اسی دنیا میں ان سب حضرات کی خطاؤں سے درگزر اور معافی اور اپنی رضاء ورضوان کا اعلان کردیا اور ان کے لئے جنت کا وعدہ قرآن کریم میں نازل فرمادیا۔

۷: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت فرمائی کہ ان سب حضرات سے محبت وعظمت علامت ایمان ہے، اور ان کی تنقیص وتوہین خطرۂ ایمان اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کا سبب ہے۔

یہ وجوہ ہیں جن کی بناپر ان کے معصوم نہ ہونے اور شاذ ونادر گناہ کے صدور کے باوجود ان کے متعلق امت کا یہ عقیدہ قرار پایا کہ ان کی طرف کسی عیب وگناہ کی نسبت نہ کریں، ان کی تنقیص وتوہین کے شائبہ سے بھی گریز کریں، ان کے درمیان جو باہمی اختلاف اور مقابلہ تک کی نوبت آئی ان مشاجرات میں اگرچہ ایک فریق خطاء پر، دوسرا حق پر تھا، اور علمائے امت کے اجماع نے ان مشاہدات میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کا حق پر ہونا اور ان کے بالمقابل جنگ کرنے والوں کا خطاء پر ہونا پوری صراحت ووضاحت کے ساتھ بیان کردیا، لیکن ساتھ ہی قرآن وسنت کی نصوص مذکورہ کی بناء پر اس پر بھی سب کا اجماع واتفاق ہوا کہ جو فریق خطا پر بھی تھا اس کی خطا بھی اوّلاً اجتہادی تھی جو گناہ نہیں، بلکہ اس پر ایک اجر ملنے کا وعدہ حدیثِ صحیح میں مذکور ہے، اور اگر قتل وقتال اور جنگ کے ہنگاموں میں کسی سے واقعی کوئی لغزش اور گناہ ہوا بھی ہے تو وہ اس پر نادم وتائب ہوئے، جیسا کہ اکثر حضرات سے ایسے کلمات منقول ہیں (اگلے صفحات پر ان کا ذکر کیا جائے گا)۔

اقوالِ اکابر:

قرآنِ کریم نے ان کی مدح وثناء اور ان سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا بھی اعلان فرمادیا، جو عفو ودرگزر سے بھی زیادہ اونچا مقام ہے۔

جن حضرات کے اتفاقی گناہوں اور خطاؤں کو بھی حق تعالیٰ معاف کرچکا تو اب کسی کو کیا حق ہے کہ ان گناہوں اور خطاؤں کا تذکرہ کرکے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرے اور اس مقدس گروہ پر امت کے اعتقاد واعتماد میں خلل ڈال کر دین کی بنیادوں پر ضرب لگائے، اس لئے سلف صالحین نے عموماً ان معاملات میں کفِ لسان اور سکوت کو ایمان کی سلامتی کا ذریعہ قرار دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بلا استثنا سب صحابہ کرامؓ کے حق میں فرمایا: وہ پاک دل، عادات واخلاق میں سب سے بہتر، اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہیں، ان کی قدر کرنا چاہیے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے قتالِ صحابہؓ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ: یہ معاملہ ایسا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اس میں حاضر اور موجود تھے اور ہم غائب، وہ حالات ومعاملات کی صحیح حقیقت جانتے تھے، ہم نہیں جانتے، اس لیے جس چیز پر وہ متفق ہوگئے ہم نے ان کا اتباع کیا اور جس چیز میں ان کا اختلاف ہوا اس میں ہم نے توقف اور سکوت کیا۔

(روایت نمبر ۱۱۳ از قرطبی)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے ہمارے مشاجرات صحابہ میں گفتگو کرنے کے متعلق فرمایا یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے (کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے) اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی اس خون سے آلودہ نہ کریں؛ یعنی کسی صحابہ پر حرف گیری نہ کریں اور کوئی الزام نہ لگائیں؛ بل کہ سکوت اختیار کریں۔

(روایت نمبر ۱۵ شرح مواقف)

امام مالکؒ کے سامنے جب ایک شخص نے بعض صحابہ اکرم کی تنقیص کی تو آپ نے قرآن کی آیت **والذین معه** سے **لیغیظ بهم الکفار** تک تلاوت فرمائی اور کہا کہ جس شخص کے دل میں کسی صحابی کی طرف سے غیظ ہو وہ اس آیت کی زد میں ہے۔ ذکرہ الخطیب ابوبکر۔ اور حضرت امام مالکؒ نے ان لوگوں کے بارے

میں فرمایا جو صحابہ کرام کی تنقیص کرتے ہیں کہ: یہ وہ لوگ ہیں، جن کا اصل مقصد رسول اللہ ﷺ کی تنقیص ہے، مگر اس کی جرأت نہ ہوئی تو آپ ﷺ کے صحابہ کی برائی کرنے لگے؛ تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ معاذ اللہ خود رسول اللہ ﷺ برے آدمی تھے، اگر وہ اچھے ہوتے تو ان کے صحابہ بھی صالحین ہوتے۔

(الصارم المسلول ابن تیمیہؒ)

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ صحابہ کرام کی برائی کا تذکرہ کرے یا ان پر کسی اور نقص کا طعن کرے اور اگر کوئی ایسی حرکت کرے تو اسے سزا دینا واجب ہے اور فرمایا: جس شخص کو کسی صحابہ کا برائی کے ساتھ ذکر کرتے دیکھو، تو اس کے اسلام وایمان کو متہم ومشکوک سمجھو۔

اور ابراھیم بن میسرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو کبھی نہیں دیکھا کہ کسی کو خود مارا ہو مگر ایک شخص جس نے حضرت معاویہؓ پر سب وشتم کی اس کو انہوں نے خود کوڑے لگائے۔

(رواہ اللالکائی ذکرہ ابن تیمیہ فی الصارم المسلول)

امام ابوزرعہ عراقیؒ استاذ مسلمؒ نے فرمایا: کہ تم جس شخص کو کسی صحابی کی تنقیص کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے جو قرآن وسنت سے امت کا اعتماد زائل کرنا چاہتا ہے اس لیے اس کو زندیق اور گمراہ کہنا ہی حق وصحیح ہے۔

یہ تو چند اسلاف امت کے خصوصی ارشادات ہیں اس کے علاوہ مذکور الصدر عبارات میں اس امت کا اجمالی عقیدہ بتلایا ہے، جس سے انحراف کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

مشاجراتِ صحابہ کے معاملہ میں صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا عقیدہ اور فیصلہ ہے کہ خواہ اس وجہ سے کہ ہم ان پورے حالات سے واقف نہیں، جن میں یہ حضراتِ صحابہ گزرے ہیں یا اس وجہ سے کہ قرآن وسنت میں ان کی مدح وثنا اور رضوانِ خداوندی کی بشارت اس کو مقتضی ہے کہ ہم ان سب کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سمجھیں اور ان سے کوئی لغزش بھی ہوئی ہے تو اس کو معاف قرار دے کر ان کے معاملے میں کوئی ایسا حرف زبان سے نہ نکالیں، جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص یا کسر شان ہوتی ہو، یا جو ان کے لیے سبب ایذا ہوسکتی ہے، کیوں کہ ان کی ایذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء ہے۔ بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جو اس معاملے میں محقق مفکر بہادری کا مظاہرہ کرے اور ان میں سے کسی کے ذمہ الزام ڈالے۔

☆.....☆.....☆

سبّ وشتمِ صحابہؓ کا شرعی حکم: (بقیہ صفحہ نمبر.....۲۸)

۱-صحابہ کا مرتبہ اور اُن کے خصوصی اوصاف کا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿لیغیظ بهم الكفار﴾ [الفتح:۲۹] (تاکہ دِل جلائے اُن کے ذریعے کافروں کا)۔

اِمام مالکؒ فرماتے ہیں: جس کے دِل میں کسی بھی صحابی کی طرف سے کچھ بھی غیظ اور کھوٹ ہوگا، وہ اِس آیت کا مصداق ہے۔ یعنی اُس کے اندر کفر کی بو پائی جاتی ہے، اِسی وجہ سے وہ صحابہ سے جلتا ہے۔

مفسر قرطبیؒ امام مالک کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لقد أحسن مالك في مقالته، وأصاب في تأويله، فمن نقص واحداً منهم، أو طعن عليه في روايته فقد ردَّ على الله رب العالمين، وأبطل شرائع المسلمين..... اس کے بعد امام قرطبی نے سبّ صحابہ کی ممانعت میں بہت سی آیات واَحادیث بھی پیش کیں، اور اِس بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کو پوری وضاحت کے ساتھ محقق فرمادیا ہے (تفسیر قرطبی ۱۶/۲۹۷)۔

۲-مختلف اَحادیث میں "سبّ صحابہ" (صحابہ پر تنقید وتبصرے) کی ممانعت وارِد ہوئی ہے، جب کسی عام مسلمان کا "سِباب" فسق ہے، تو صحابۂ کرام کا سباب تو انتہائی خطرناک درجے تک پہنچتا ہے، مشہور محدّث امام ابو زرعہ رازیؒ فرماتے ہیں: جس شخص کو کسی صحابی کی تنقیص کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ بددین اور زندیق ہے، جو ہمارے گواہوں کو مجروح اور ہمارے دین وعقیدے کو مشکوک کرنا چاہتا ہے (الکفایہ للخطیب البغدادی ص ۴۹)۔

واضح رہے کہ سب اور شتم: یہ دونوں عربی الفاظ ہیں، جن کے معنی ہیں: نقد وتبصرہ، اور برا تذکرہ۔

اِس لیے اِن الفاظ کو بازاری قسم کی گالم گفتار کے لیے خاص سمجھنا درست نہیں۔

۳- پھر یہاں ایک بات اور سمجھنے کی ہے، وہ یہ کہ ایک چیز ہے غیبت، دوسری چیز ہے بہتان، صحیح احادیث میں یہ وضاحت وارِد ہوئی ہے کہ کسی مسلمان کے اندر یقینی طور پر موجود عیب کو بلاضرورتِ شرعیہ بیان کرنا غیبت کہلاتا ہے، جس کا حکم سبھی کو معلوم ہے، جب کہ غلط طور پر اُس کی طرف کسی برائی کے اِنتساب کو بہتان کہتے ہیں، جو غیبت سے بھی بدتر چیز ہے۔

تو صحابہ سے متعلق: کسی بھی قسم کا منفی اِظہارِ رائے، کم اَز کم غیبت کے زمرے میں تو بہرحال آتا ہے۔ لہٰذا جس طرح اپنے نسبی باپ دادا کی خطاؤں اور لغزشوں کو جانتے بوجھتے بھی چھپایا اور نظر انداز کیا جاتا ہے، اُس سے کہیں زیادہ اپنے روحانی، ایمانی، علمی اور عملی آباء واجداد کی پردہ پوشی اور اِغماض کی ضرورت ہے۔

۴- امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے عقائد کے مجموعہ ''الفقہ الاکبر'' ص ۴۳ میں یہ بات ذکر فرمائی ہے کہ ''ہم لوگ کسی بھی صحابی کا تذکرہ نہیں کرتے مگر خیر کے ساتھ''۔

۵- سیدنا حضرت علیؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اہل جمل وصفین کے متعلق نامناسب کلام کررہا ہے تو فرمایا: ان کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہ کہو، ان لوگوں نے سمجھا ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے، اس لیے ہم ان سے قتال کررہے ہے۔ (منہاج السنۃ: ۶۱/۴)۔

غلط فہمی کا ازالہ:

اِمام اِسحاق بن راہویہؒ سے نقل کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے!!

أ: اِس سلسلے میں پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ ''فضائل'' کا باب تو ایک اِضافی چیز ہے، نہ معلوم کتنے صحابہ اور صحابیات، بناتِ طیبات، بلکہ بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کی ذواتِ قدسیہ ایسی ہیں کہ اُن کے نام اور شخصیت کی تعیین کے ساتھ، کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی ہے، تو اِس میں نقص کون سا ہے؟ کیا کسی ذات کی فضیلت کے لیے تنہا اُس کا (نبی، یا) صحابی ہونا کافی نہیں؟

ب: دوسری بات یہ کہ امام اِسحاق بن راہویہ کا یہ اِرشاد ایک محدّثانہ اصطلاح کے پس منظر میں ہے، تفصیل کا موقع نہیں، خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ اصطلاحی صحت کی نفی سے، نہ ثبوت کا اِنکار لازم آتا، نہ ضعف کا اِثبات، لہٰذا ''حسن'' ہونے کا احتمال باقی رہتا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ محققین نے اس کی صراحت فرمائی ہے، اور علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ نے ''الرفع والتکمیل'' (ص ۱۹۱-۱۹۸) میں اِس پر مستقل فصل بھی قائم فرمائی ہے۔

ج: چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں امام ترمذیؒ نے ایک حدیث کی تخریج فرما کر، اُس پر ''حسن'' ہونے کا حکم لگایا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''قال النبي صلى الله عليه وسلم لِمُعاوية: اللهم اجعله هادياً مَهدياً، واهدِ به'' [جامع ترمذی: ۳۸۴۲]۔

د: اِس کے علاوہ بابِ فضائل میں تو باتفاقِ محدثین حدیثِ ضعیف بھی معتبر ہے، اور حضرت معاویہؓ کے فضائل ومناقب میں ضعیف احادیث تو کئی ایک موجود ہیں۔

ہ: پھر اِس کے علاوہ وہ بحری غزوہ، اور غزوۂ قسطنطنیہ وغیرہ سے متعلق ایسی احادیث بھی ہیں جن میں دی گئی بشارتوں کے آپ باجماعِ اہلِ حق، اولین مصداق ہیں۔

سن کر تمہارا نام مسلماں تو کھل اٹھے — لیکن عدوئے دین کا چہرہ بگڑ گیا
وہ حضرت معاویہؓ کی حضرت علیؓ سے جنگ — پائے خطا تھا رہِ جنت پے پڑ گیا

خاتمہ:

امید کہ بتوفیقہ تعالیٰ وعونہ مذکورہ بالا تفصیلات اور معروضات سے ''مقامِ صحابہ'' اور اُس کی اہمیت کا مضمون ''حقائق اور دلائل کی روشنی میں'' اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا، گذشتہ سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا اُس کا خلاصہ شارحِ صحیح مسلم امام نوویؒ (باب فضائل الصحابہ) کے الفاظ میں یہ ہے:

"قال الامام ابو عبد الله المازری: اختلف الناس فی تفضیل بعض الصحابة علی بعض، فقالت طائفة: لا نفاضل، بل نمسک عن ذلک، وقال الجمهور بالتفضیل.

ثم اختلفوا: فقال اهل السنة افضلهم ابو بکر الصدیق، قال ابو منصور البغدادی: اصحابنا مجمعون علی ان افضلهم الخلفاء الاربعة علی الترتیب المذکور، ثم تمام العشرة، ثم اهل بدر، ثم احد، ثم بیعة الرضوان، وممن له مزیة: اهل العقبتین من الانصار، وکذلک السابقون الاولون، وهم من صلی الی القبلتین، او اهل بیعة الرضوان، او اهل بدر.

خلافته صحیح بالاجماع، وقتل مظلوما، وقتلته فسقة، لان موجبات القتل مضبوطة، ولم یجرِ منه رضی الله عنه ما یقتضیه، ولم یشارک فی قتله احد من الصحابة، وانما قتله همج ورِعاع من غوغاء القبائل وسفلة الاطراف والارذال، تحزبوا وقصدوه من مصر، فعجزت الصحابة الحاضرون عن دفعهم فحصروه حتی قتلوه رضی الله عنه.

واما علی رضی الله عنه فخلافته صحیحة بالاجماع، وکان هو الخلیفة فی وقته، لا خلافة لغیره.

واما معاویة رضی الله عنه فهو من العُدول الفضلاء والصحابة النجباء رضی الله عنه.

واما الحروب التی جرت فکانت لکل طائفة شبهة اعتقدت تصویب انفسها بسببها، وکلهم عدول رضی الله عنهم، ومتأولون فی حروبهم وغیرها، ولم یخرج شی من ذلک احدا منهم عن العدالة، لانهم مجتهدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتهاد، کما یختلف المجتهدون بعدهم فی مسائل من الدماءِ وغیرها، ولا یلزم من ذلک نقص احد منهم.

واعلم ان سبب تلک الحروب ان القضایا کانت مشتبهة، فلِشدة اشتباهها اختلف اجتهادهم، وصاروا ثلاثة اقسام:

۱- قسم ظهر لهم بالاجتهاد: ان الحق فی هذا الطرف، وان مخالفه باغ، فوجب علیهم نصرته وقتال الباغی علیه فیما اعتقدوه، ففعلوا ذلک، ولم یکن یحل لمن هذه صفته التاخر عن مساعدة اِمام العدل فی قتال البغاة فی اعتقادِه.

۲- وقسم عکس هولاء، ظهر لهم بالاجتهاد: ان الحق فی الطرفة الآخر، فوجب علیهم مساعدته وقتال الباغی علیه.

۳- وقسم ثالث اشتبهت علیهم القضیة، وتحیروا فیها، ولم یظهر لهم ترجیح احد الطرفین، فاعتزلوا الفریقین، وان هذا الاعتزال هو الواجب فی حقهم، لانه لا یحل الاقدام علی قتالِ مسلم حتی یظهر انه مستحق لذلک، ولو ظهر لهولاء رجحان احدِ الطرفین، وان الحق معه؛ لَمَا جاز لهم التاخر عن نصرته فی قتال البغاة علیه، فکلهم معذورون رضی الله عنهم.

ولهذا اتفق اهل الحق ومن یعتد به فی الاجماع علی قبول شهاداتهم وروایاتهم وکمال عدالتهم رضی الله عنهم اجمعین".

اَب آخر میں ہم اپنے معاصر بزرگوں میں سے نابغۂ عصر حضرت الشیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کی تحقیق کردہ ''تدریب الراوی'' میں، ''معرفۃ الصحابۃ'' کی بحث کے آخر میں، شیخ حفظہ اللہ کے قلم حقیقت رقم سے لکھے گئے پندرہ صفحاتی (۱۷۱/۵-۱۸۶) طویل ترین حاشیے کا ابتدائی حصہ کا خلاصہ پیش کرنا چاہتے ہیں، فرماتے ہیں:

''فی الجملہ تعددِ اقوال اور اِختلافِ آراء سے کون سا علمی موضوع خالی ہے؟ معاند اور فتنہ پرور قسم کے لوگوں کو جب کوئی بات نہیں ماننی ہوتی، تو اِسی طرح کے اختلافات کا سہارا لے کر، مسلّمہ حقائق کا اِنکار کرنے لگتے ہیں، جب کہ جو لوگ انصاف اور حق کے طالب ہوتے ہیں وہ ہر مسئلہ میں جمہورِ امت اور سوادِ اعظم کے قول کو اختیار کر کے فکر و عمل ہر اعتبار سے یکسو رہتے ہیں''۔

والله الموفق، وهو المستعان، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت، وما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب، ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا، وهب لنا من لدنک رحمةً، إنک أنت الوهاب، اللّٰهم إياک نعبد وإياک نستعين، اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين أنعمت عليهم، غير المغضوب عليهم ولا الضالين، آمين، وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

عاشقوں کے عاشقین میں اپنا بھی نام آجائے

محمد ہلال الدین بن علیم الدین ابراہیمی

آج قلم اٹھاتے ہوئے کیوں بار بار یہ خیال آرہا ہے کہ تو باوضو ہے یا نہیں؟ میں کوئی آیتِ قرآنیہ تو نہیں لکھنے جارہا، پھر کیوں باوضو ہونے کا اہتمام ہورہا ہے؟ اور یہ دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک کیوں محسوس ہورہی ہے! آخر اس قدر تقدس وتلذذ کا احساس کیوں!!

ارے ہاں! حیرا قلم آج کوئی سیاسی، اصلاحی، فکری اور علمی عنوان کو اپنی روشنائی سے روشن نہیں کررہا، بل کہ آج ان نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ چھیڑنے جارہا ہے جو آسمانِ نبوت کے کہکشاں ہیں۔ آج ان یارانِ صدق وصفا کا ذکرِ خیر کرنے جارہا ہے، جن کی محبت جزءِ ایمان اور جن سے عشق؛ علامتِ ایمان ہے۔

قرآن جن کا ثنا خواں ہے:

یہ وہ نفوس ہیں جن کی غیرتِ ایمانی کو قرآن نے ﴿والذین معه اشداء علی الکفار﴾ سے بیان کیا..... جن کے ایمان کو معیار ومطلوب گردانا گیا اور ﴿امنوا کما امن الناس﴾ سے اپنانے کا حکم ہوا..... جن کے لیے ایمان کو اللہ نے نہ صرف پسند کیا بل کہ نورِ ایمانی سے ان کے قلوب کو مزین کردیا: ﴿ولکن الله حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم﴾..... جن کے لیے خالقِ انس وجان نے کفر وشرک، فسق وفجور، عصیان ونافرمانی کو ناپسند کیا: ﴿وکره الیکم الکفر والفسوق والعصیان﴾.

جن کی آپسی محبت کو ﴿رحماء بینهم﴾ سے تعبیر کیا..... جن کے لیل ونہار کو ﴿تراهم رکعا سجدا﴾ سے بیان کیا..... جن کے اخلاص للّٰہیت کو ﴿یبتغون فضلا من الله ورضوانا﴾ سے آشکارا کیا..... جن کی پہچان اور علامت سجدے کے نشان کو قرار دیا: ﴿سیماهم فی وجوههم من اثر السجود﴾..... جن کے ایمانی حرارت اور تپش نے کفار کو جلا اور جھلسا دیا: ﴿لیغیظ بهم الکفار﴾..... جنہوں نے دین وشریعت کو مضبوطی سے تھاما اور صراطِ مستقیم سے راہ یاب ہوئے: ﴿ومن یعتصم بالله فقد هدی الی صراط مستقیم﴾.

تذکرہ ان کا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست وبازو تھے: ﴿هو الذی ایدک بنصره وبالمومنین﴾..... جنہیں خیرِ امت سے مخاطب کیا گیا ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾..... وہ جن کا شیوہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بنایا گیا: ﴿یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر..... جنہیں اللہ اور رسول یعنی دین اسلام کا حامی ومددگار مانا گیا ﴿وینصرون الله ورسوله﴾.

وہ جن کی بھائی چارگی اور ایثار وقربانی کی مثالیں دی گئیں ﴿ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ﴾ ..... وہ جن کے دلوں کو وساوسِ شیطانیہ اور شیطانی پلیدگی سے پاک کر دیا گیا ﴿ویذھب عنکم رجز الشیطٰن﴾ ..... جن کے دلوں کو حق پر جما دیا گیا اور جن کے قدموں کو ثبات نصیب ہوا: ﴿ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام﴾ ..... جن کے رعب ودبدبے کو کفار کے دلوں میں سمو دیا گیا: سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب ..... جن کو معافی کا پروانہ عطا ہوا: ﴿ولقد عفا اللہ عنکم﴾ ..... جن کو مغفرت والے اور رحمت والے سے دلا را گیا: ذو مغفرۃ ورحمۃ ..... جن کے لیے فضل کا وعدہ ہوا: ﴿واللہ ذو فضل علی المومنین﴾ ..... جن کے لیے اللہ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے: ان اللہ عندہ اجر عظیم ..... حالات ومصیبت نے جن کے ایمان کو ہمیشہ جلا بخشا ﴿الذین قالو لھم الناس إن الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا﴾.

ان ستودہ صفات شخصیات کا ذکر ہے، جن کی زبان پر ہر حالات میں ﴿حسبنا اللہ ونعم الوکیل﴾ کے نعرے ہوا کرتے تھے ..... جن کو کلمہ تقویٰ کی دولت عطا کی گئی تھی: ﴿والزمھم کلمۃ التقوی﴾ ..... جنہیں راشدون کا تمغہ دیا گیا: ﴿اولئک ھم الراشدون﴾ ..... جنہیں مومن برحق ہونے کا شرف حاصل ہوا: ﴿اولئک ھم المومنون حقا﴾ ..... جنہیں مفلحون، الصادقون، مبرؤن کے القاب سے ملقب کیا گیا۔ اور جنہیں سب سے بڑی سعادت رضائے خداوندی سے نوازا گیا: رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ..... یہ ہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین!

ایسی جماعت جن کی ثنا خوانی خود کلام اللہ کر رہا ہے، ان کے اوصاف کو میں اپنے قلم کی روشنائی سے کیا زینت دے سکتا ہوں! سوائے اس کے؛ کہ ان کے تذکرے سے اپنی قلم کی سیاہی کو روشنائی بناؤں اور اپنے افکار وخیالات کو تقدس وعظمت سے وضو اور غسل کراؤں۔

ان یاران باصفا کا تذکرہ کیوں؟

میں نے ان جاں نثارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وفاشعاران محمد صلی اللہ علیہ وسلم، عاشقان ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ صرف اور صرف اپنے ایمان کو جلا پہنچانے، اس میں تروتازگی لانے اور ان محبین کے تذکرے سے اپنے عشق کو پروان چڑھانے کے لیے کیا ہے؛ کیوں کہ میرے سامنے جہاں آیتِ قرآنیہ ہیں، وہیں احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے ایمان کو جانچ رہی ہیں اور میرے عشق کو پرکھنا چاہ رہی ہیں۔

ترمذی کی یہ روایت ان کے دیدار کو جہنم سے آزادی کا پروانہ قرار دے رہی ہے: **لا تمس النار مسلمًا رآنی اور أی من رأنی**..... اسی طرح ترمذی کی یہ روایت بھی میرے ایمان کو چیلنج کر رہی ہے: **"من احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم"** اور بخاری کی اس روایت نے تو ان غلامان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر مجبور ہی کر دیا ہے: **آیة الایمان حب الانصار و آیة النفاق بغض الانصار.**

بس اسی عشق ومحبت کی گلیاروں میں سیر کرنے کی غرض سے تحریری ادب، فنِ مضمون نگاری کو طاق پر رکھتے ہوئے حال دل کو نوک قلم کے حوالے کیا ہے۔ یہ کوئی ادیب کا کلام ہے، نہ کسی محقق کی تحریر۔ بس ایک عاشق کے جذبات ہیں، جو سیاہی کی شکل میں کاغذ پر رقم ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس تمنا اور آرزو کے ساتھ کہ "تیرے عاشقوں کی عاشقین میں اپنا بھی نام آجائے" اور اس یقین کے ساتھ؛ کہ روز قیامت بخشش کا سامان ہو جائے۔

اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں منظر عام پر موجود ہیں، اسے چھیڑنا طوفان کو دعوت دینا ہے۔ اگر صرف کتابوں کے نام ہی سپردِ قرطاس کر دیے جائیں تو کئی صفحات اس کے نذر ہو جائیں گے۔ بس میں نے عقیدت ومحبت کے کچھ گل نچھاور کیے ہیں۔

ہاں! مگر کچھ تحریریں نظر میں چبھ کر اور کچھ تقریریں سماعت کو لہولہان جب کرتی ہیں، تو میں حیرت زدہ ہو جاتا ہوں اور اپنی حیرت کو کافور کرنے کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپ جاتا ہوں، کہ ایسی جسارت کیسے ہوتی ہے، اسی جستجو اور تلاش میں نظر پڑتی ہے "مقام صحابہ" پر اور اس کا مداوا مجھے مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں ملتا ہے جس کی تلخیص میں نذرِ قارئین کر رہا ہوں؛ تاکہ جب آپ ان مسلم جماعت کے متعلق بھی دلخراشی کے شکار ہوں اور حیرت وتعجب کی چہار دیواری میں قید ہو جائیں تو اس تحریر کو پڑھ کر آزادی حاصل کریں۔

اقلام کیوں لغزش کھاتے ہیں:

میں بڑا فکر مند تھا اور سوچنے پر نہایت مجبور تھا کہ جن شخصیات کا تذکرہ، مقام ومرتبہ قرآنِ پاک کی دسیوں آیات، احادیث پاک کے سینکڑوں ابواب، علما ومحققین کی کئی کئی جلدوں پر مشتمل کتابوں میں موجود ہیں، جن کی شخصیت مسلم اور متفق علیہ ہے، جن کے اوصافِ حمیدہ اور جماعت انبیا کے بعد افضل جماعت ہونے پر ہزاروں صفحات مزین ہیں، جو اس دینِ متین کے ستون اور بنیاد ہیں؛ ایسی جماعت کے افراد پر کیسے اقلام لغزش کھا جاتے ہیں، افکار بجائے تقدس کے کس طرح توہم اور تکدر کے شکار ہو جاتے ہیں، تو میرے مضطرب قلب کو مفتی اعظم پاک وہند کے اس تحریر سے قرار حاصل ہوا جسے آپ نے مقام صحابہ نامی اپنے مقالہ میں پیش کیا ہے، میں اسے نظر قارئین کرنا ضروری سمجھتا ہوں؛ تاکہ ہم خود کو اور اپنے متعلقین ومتوسلین کو بھی محفوظ رکھ سکیں۔

آپ اس عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

''تحقیق'' کی وبا:

اس زمانہ میں یورپ سے جو اچھی بری چیزیں اسلامی ملکوں میں درآمد کرلی گئی ہیں، ان میں سے ہر چیز کی تحقیق وتنقید (ریسرچ) بھی ہے، تحقیق وتنقید فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں، خود قرآنِ کریم نے اس کی طرف دعوت دی ہے، سورۂ فرقان میں عباد الرحمان کے عنوان سے اللہ تعالیٰ کے صالح اور نیک بندوں کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے: ''**والذین إذا ذکروا بآیٰت ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا**'' یعنی اللہ کے یہ صالح اور نیک بندے آیاتِ الٰہیہ پر اندھے اور بہروں کی طرح نہیں گر پڑتے کہ بے تحقیق جس طرح اور جو چاہیں عمل کرنے لگیں، خوب سمجھ بوجھ کر بصیرت کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔

لیکن اسلام نے ہر چیز اور ہر کام کی کچھ حدود مقرر کی ہیں، ان کے دائرہ میں رہ کر جو کام کیا جائے وہ مقبول ومفید سمجھا جاتا ہے، حدود واصول کو توڑ کر جو کام کیا جائے وہ فساد قرار دیا جاتا ہے۔

کون سی تحقیق مستحسن ہے؟

تحقیق وتنقید میں سب سے پہلی بات تو اسلامی اصول میں یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اپنی توانائی اور وقت اس چیز کی تحقیق پر صرف نہ کی جائے، جس کا کوئی نفع دین یا دنیا میں متوقع نہ ہو، خالی تحقیق برائے تحقیق اسلام میں ایک عبث اور فضول عمل ہے، جس سے پرہیز کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے، خصوصاً جب کہ کوئی ایسی تحقیق وتنقید ہو، جس سے دنیا میں فتنہ اور جھگڑے پیدا ہوں۔ یہ ایسی ہی تنقید ہوگی جیسے کوئی ''لائق'' بیٹا اس کی تحقیق وریسرچ میں لگ جائے کہ جس باپ کا بیٹا کہلاتا ہوں کیا واقعی میں اسی کا بیٹا ہوں؟ اور اس کے لیے والدہ محترمہ کی زندگی کے گوشوں پر ریسرچ وتحقیق کا زور خرچ کرے۔ دوسرے شخصیتوں پر جرح وتنقید کے لیے اسلام نے کچھ عادلانہ، حکیمانہ اصول اور حدود مقرر کیے ہیں اور ان سے آزاد ہوکر جس کا جی چاہے، جو جی چاہے اور جس کے خلاف جی چاہے بولا یا لکھا کرے، اس کی اجازت نہیں دی۔ یہاں اس کی تفصیلات بیان کرنے کا موقع نہیں، حدیث کی جرح وتعدیل کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اس کی بحث کی گئی ہے۔

لیکن یورپ سے درآمد کی ہوئی ''ریسرچ وتحقیق'' نام ہی بے قید اور آزاد تنقید کا ہے، اور حدود کی رعایت اس میں ایک بے معنی چیز ہے۔

افسوس ہے کہ اس زمانے کے بہت سے اہل قلم بھی اس نئے طرز تنقید سے متاثر ہوگئے۔

بغیر کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بڑی بڑی شخصیتوں کو آزاد جرح وتنقید کا ہدف بنالینا ایک علمی خدمت اور محقق ہونے کی علامت سمجھی جانے لگی۔

عاشقوں کے عاشقین میں اپنا بھی نام آجائے

اسلاف امت اور دین پر تو یہ مشق ستم بہت زمانے سے جاری تھی، اب بڑھتے بڑھتے صحابہ کرام تک بھی پہنچ گئی، اپنے آپ کو اہل سنت والجماعۃ کہنے والے بہت سے اہل قلم نے اپنی ریسرچ وتحقیق اور علمی توانائی کا بہترین مصرف اسی کو قرار دے دیا لیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظیم شخصیتوں پر جرح وتنقید کی مشق کی جاوے۔

بعض حضرات نے ایک طرف حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کی تائید وحمایت کا نام لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد بل کہ پورے بنی ہاشم کو ہدف تنقید بنا ڈالا اور اس میں صحابہ کرام کے ادب واحترام تو کیا اسلام کے عادلانہ اور حکیمانہ ضابطۂ تنقید کی بھی ساری حدود وقیود کو توڑ ڈالا، اس کے بالمقابل دوسرے بعض حضرات نے قلم اٹھایا تو حضرتِ معاویہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں پر اسی طرح کی جرح وتنقید سے کام لیا۔

نئی تعلیم پانے والے نوجوانوں جو علوم دین اور آداب دین سے ناواقف یورپ سے درآمد کی ہوئی تہذیب کے دل دادہ ہیں، وہ ان دونوں سے متاثر ہوئے اور ان کے حلقوں میں صحابہ کرام پر زبان طعن دراز ہونے لگی، اور صحابہ کرام جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ کے درمیان واسطہ ہیں، ان کو دنیا کے عام سیاسی لیڈروں کی صف میں دکھایا جانے لگا، جو اقتدار کی جنگ کرتے ہیں اور اپنے اپنے اقتدار کے لیے قوموں کو گمراہ اور تباہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ پر تبرا کرنے والا گمراہ فرقہ تو ایک خاص فرقے کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے، عام مسلمان ان کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے بل کہ نفرت کرتے ہیں، مگر اب یہ فتنہ خود اہل سنت والجماعت کہلانے والے مسلمانوں میں پھوٹ پڑا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ خدانخواستہ اگر مسلمان صحابہ کرام سے اعتماد کھو بیٹھے تو پھر نہ قرآن پر اعتماد رہتا ہے، نہ حدیث پر، نہ دینِ اسلام کے کسی اصول پر، اس کا نتیجہ کھلی بے دینی کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟

غلط فہمیوں کا اصل سبب:

میں اس چیز کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں، جو ان حضرات کے لیے مغالطے کا سبب بنی اور پھر ان کے عمل سے دوسرے لوگوں کے لیے بہت سی دینی مسائل میں مغالطوں کا ذریعہ بن گئی۔

بات یہ ہے کہ ان حضرات نے حضراتِ صحابہ کی شخصیتوں کو بھی عام رجال امت کی طرح صرف تاریخی روایات کے آئینے میں دیکھا اور تاریخ کی صحیح وسقیم روایات کے مجموعے سے وہ جس نتیجے پر پہنچے، وہی مقام ان مقدس شخصیتوں کے لیے تجویز کرلیا، اور ان کے اعمال وافعال کو اسی دائرے میں رکھ کر پرکھا۔

قرآن وسنت کی نصوص اور امت کے اجماعی عقیدے نے جو امتیاز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات وشخصیات کو عطا کیا ہے، وہ نظر انداز کر دیا گیا، وہ امتیازی خصوصیت حضرات صحابہؓ کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان سب کے بارے میں " رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ " کا، اور ان کا مقام جنت ہونے کا اعلان کر دیا، اور جمہور امت نے ان کی ذات وشخصیات کو اپنی جرح وتنقید سے بالاتر قرار دیا۔ ان کے مختلف مسائل ومسالک میں سے عمل کے لیے شرعی حدود اجتہاد کے دائرے میں کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کر لینا اور دوسرے کو مرجوح قرار دے کر ترک کر دینا دوسری چیز ہے، جس کے مسلک کو مرجوح قرار دیا گیا ہے اس کی ذات اور شخصیت نہ مجروح ہوتی ہے اور نہ ایسا کرنا ان کے ادب کے خلاف ہے، کیوں کہ احکام شرعیہ پر عمل فرض ہے اور اختلافِ اقوال کے وقت دو متضاد چیزوں پر عمل ناممکن ہے، شرعی فریضے کی ادائیگی کے لیے اقوالِ مختلفہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ناگزیر ہے، بشرطیکہ دوسرے کی ذات اور شخصیت کے بارے میں کوئی ادنیٰ بے ادبی یا کسرِ شان کا پہلو اختیار نہ کیا جائے۔

لوگ کتب تاریخ سے تذکیر وعبر حاصل کرنے کے بجائے حلال وحرام اور احکام شرعیہ کو ثابت کرنے لگتے ہیں ،اور عقائد کے باب میں بحث ومباحثہ اور حجت بنانے لگتے ہیں۔ تو خرابی کا دروازہ یہاں سے کھلتا ہے؛ لہذا حضرت مفتی صاحبؒ کی تحریر میں ہی فن تاریخ کا درجہ اور روایت حدیث اور روایت تاریخ کا فرق بیان کیا جاتا ہے۔

اسلام میں فنِ تاریخ کا درجہ:

فنِ تاریخ کے فضائل اور فوائد جن کو سخاوی رحمہ اللہ نے بڑی تفصیل سے علما وحکما کے اقوال سے ثابت کیا ہے، ان میں سب سے بڑا اور جامع فائدہ عبرت حاصل کرنا، دنیا کے عروج ونزول اور حوادث وانقلابات سے دنیا کی بے ثباتی کا سبق لینا، آخرت کی فکر کو سب چیزوں پر مقدم رکھنا، اور اللہ تعالی کی عظیم قدرت اور اس کے اِنعامات واحسانات کا اِستحضار انبیا اور صلحائے اُمت کے احوال سے قلب کی نورانیت، اور کفار وفجار کے انجامِ بد سے عبرت حاصل کر کے کفر ومعصیت سے پرہیز کا اہتمام، حکمائے سابقین کے تجربوں سے دین ودنیا میں فائدہ اُٹھانا وغیرہ ہے۔ مگر فنِ تاریخ کے اتنے فوائد وفضائل اور اس کی اتنی بڑی اہمیت کے باوجود اس فن کو یہ مقام کسی نے نہیں دیا کہ شریعتِ اسلام کے عقائد واحکام اس فن سے حاصل کیے جائیں، حلال وحرام کے مباحث میں تاریخی روایت کو حجت قرار دیا جائے، جن مسائل کے ثبوت کے لئے قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کے شرعی دلائل کی ضرورت ہے، ان میں تاریخی روایت کو مؤثر مانا جائے یا تاریخی روایت کی بنا پر قرآن وسنت یا اجماع سے ثابت شدہ مسائل میں کسی شک وشبہ کو راہ دی جائے۔

روایاتِ حدیث اور روایاتِ تاریخ میں زمین آسمان کا فرق عظیم:

پہلی بات یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے اقوال و اعمال کو جس صحابی نے سنا یا دیکھا ہے، اس کو بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی ایک امانت قرار دیا ہے، جس کا امت کو پہنچانا ان کی ذمہ داری تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

بلغوا عنی ولو ایة

''یعنی میری احادیث امت کو پہنچادو اگر چہ وہ ایک آیت ہی ہو''۔

یہاں آیت سے آیتِ قرآن بھی مراد ہوسکتی ہے، مگر سیاق کلام سے ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تبلیغ ہے اور'' ولو ایة'' ، سے مراد یہ ہے کہ اگر چہ وہ کوئی مختصر جملہ ہی ہو، پھر حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا:

فلیبلغ الشاهد الغائب .

''یعنی حاضرین میری یہ بات غائبین تک پہنچادیں''۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے بعد کسی صحابی کی کیا مجال تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبات یا اپنی آنکھ سے دیکھے ہوئے اعمال و افعال کی پوری پوری حفاظت نہ کرتا اور امت کو پہچانے کا اہتمام نہ کرتا۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو والہانہ محبت تھی اس کو صرف مسلمان نہیں کفار بھی جانتے اور حیرت کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وضو کا مستعمل پانی بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے اپنے چہروں اور سینوں پر ملتے تھے۔ ان کے لیے اگر حدیث کی حفاظت اور تبلیغ کے احکام مذکورہ بھی نہ آئے ہوتے، تب بھی ان سے یہ کیسے تصور کیا جاسکتا تھا کہ یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک سے علیحدہ ہونے والے بالوں کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے ملبوسات کی جان سے زیادہ حفاظت کریں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے مستعمل پانی کو ضائع نہ ہونے دیں، وہ تعلیماتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حفاظت کا اہتمام نہ کرتے؟

خلاصہ یہ ہے کہ اول تو خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی والہانہ محبت اس کی داعی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک کلمے، ایک ایک حدیث کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کریں، اس پر مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکامِ مذکورہ جاری فرمادیے، اس لیے ایک لاکھ سے زائد تعداد کی یہ فرشتہ صفت مقدس جماعت صرف ایک ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کے لیے سرگرم عمل ہوگئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ عام دنیا کی تاریخ اور اس میں مدون کی ہوئی کتابیں فن حدیث، فقہ، یا عقائد کی طرح شریعتِ اسلام کے عقائد واحکام سے بحث کرنے والا کوئی فن نہیں، جس کے لیے روایات کی تنقیح وتنقید کی سخت ضرورت ہو اور کھرے اور کھوٹے کو ممتاز کیے بغیر مقصد حاصل نہ ہو۔ اس لیے فنِ تاریخ میں ہر طرح کی قوی وضعیف اور صحیح وسقیم روایتیں بغیر نقد وتبصرہ کے جمع کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا گیا۔ علوم قرآن وسنت کے ماہر وہی علما جو تنقید وتحقیق اور جرح وتعدیل کے امام مانے گئے ہیں۔ جب فن تاریخ پر کوئی تصنیف لکھتے ہیں تو اگرچہ زمانۂ جاہلیت کی تاریخوں کی طرح بے سروپا افواہوں اور افسانوں کو اپنی کتاب میں جگہ نہیں دیتے؛ بل کہ اصول روایت کا لحاظ رکھتے ہوئے سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں، اسی لیے اسلامی تاریخیں تاریخی حیثیت میں عام دنیا کی تاریخوں سے صدق واعتماد کے اعتبار سے ایک ممتاز مقام رکھتی ہیں، لیکن تاریخ میں وہ راویوں کے حالات کی چھان بین اور اس جرح وتعدیل سے کام نہیں لیتے جو فن حدیث وغیرہ میں استعمال کی جاتی ہے؛ روایتِ حدیث کی طرح اگر فن تاریخ میں چھان بین کی جاتی تو ننانوے فیصد تاریخ دنیا سے گم ہو جاتی اور جو فوائد عبرت وحکمت اور تجارب عالم کے اس فن سے وابستہ ہیں ان سے دنیا محروم ہو جاتی۔ دوسرے جبکہ عقائد واحکام شرعیہ کے مقاصد اس سے وابستہ نہیں تو اس احتیاط وتنقید کی ضرورت بھی نہیں تھی، اس لیے حدیث اور جرح وتعدیل کے ائمہ نے بھی فن تاریخ میں توسع سے کام لیا، ضعیف وقوی ثقہ وغیر ثقہ ہر طرح کے لوگوں کی روایتیں اس میں جمع کر دیں، خود ان حضرات کی تصریحات اس پر شاہد ہیں۔

حدیث واصول حدیث کے مشہور امام ابن صلاح رحمہم اللہ نے اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' میں فرمایا:-

وغالب علی الاخباریین الاکثار والتخلیط فیما یروونہ. (علوم الحدیث ص/۲۶۳)

ترجمہ:- مؤرخین میں یہ بات غالب ہے کہ روایات کثیرہ جمع کرتے ہیں، جن میں صحیح وسقیم ہر طرح کی روایات خلط ملط ہوتی ہیں۔

''تدریب الراوی'' ص/۲۹۵ میں سیوطی رحمہ اللہ نے بھی بعینہ یہی بات لکھی ہے، اسی طرح ''فتح المغیث'' وغیرہ میں بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ جو حدیث وتفسیر کے مشہور امام اور بڑے ناقد معروف ہیں روایت میں تنقید وتحقیق ان کا خاص امتیازی وصف ہے، مگر جب یہی بزرگ تاریخ پر کتاب ''البدایہ والنہایہ'' لکھتے ہیں، تو تنقید کا وہ درجہ باقی نہیں رہتا خود ''البدایہ والنہایہ'' جلد ۸ ص/۲۰۲ میں بعض تاریخی روایات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی صحت میرے نزدیک مشتبہ ہے، مگر مجھ سے پہلے ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ یہ روایت نقل کرتے آئے ہیں، اس لیے میں نے بھی نقل کر دیا اگر وہ ذکر نہ کرتے تو میں ان کو اپنی کتاب میں نہ لاتا۔

ظاہر ہے کسی حدیث کی تحقیق میں وہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس کی صحت مشتبہ ہونے کے باوجود چوں کہ کسی بزرگ نے لکھا ہے، اسی لیے لکھتا ہوں۔ یہ تاریخ کا اپنا مقام تھا کہ اس میں ابن کثیر نے اس توسع کو جائز قرار دیا۔

ہاں اگر کوئی شخص ان سے عقیدہ یا عمل کا مسئلہ ثابت کرنا چاہے تو روایت اور راوی کی محدثانہ تنقید و تحقیق اس کی اپنی ذمہ داری ہے، وہ ائمہ فن اس سے بری ہیں۔ علمائے محققین نے اس کو پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ عقائد و اعمال شرعیہ کے معاملے میں تاریخی روایات جو عموماً صحیح و سقیم، معتبر و غیر معتبر کا مخلوط مجموعہ ہوتی ہیں ان کو نہ کسی مسئلے کی سند میں پیش کیا جا سکتا ہے، نہ بلا تحقیق محدثانہ ان سے استدلال کر کے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔

تنبیہ:

یاد رہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر ۱۳۹۱ھ کی تحریر کردہ ہے، جسے افادۂ عام اور حفاظتِ ایمان کے لیے یہاں ذکر کیا گیا ہے؛ تاکہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باب میں تحقیقی وبا کے شکار نہ ہو جائیں۔ اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشقوں سے اس حقیر فقیر اور تمام امت مسلمہ کو سچا عشق نصیب فرمائے، ان سے محبت کو ہمارے نجات کا ذریعہ بنائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا جذبہ اور داعیہ عطا فرمائے۔ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو چشمہ انہیں نصیب تھا، اس میں سے کچھ بوند ہمیں بھی عطا فرمائے، ان کے اندر جو آپسی محبت ومودت، احترام واکرام، اتفاق واتحاد، خلوص للّٰہیت، ایثار وقربانی، جذبہ وغیرت ایمانی تھی، سیاست وفراست اور بردباری تھی، اس کا کچھ حصہ ہمیں بھی مرحمت فرمادے۔

اور کل قیامت میں ان کی عقیدت ومحبت کے ساتھ اٹھا، کہ یہ سیاہ کار اپنے اعمال سے خالی جھولی میں تیرے محبوب کے عاشقوں سے عشق کا واسطہ دے کر؛ یہاں نہیں تو وہاں ان کی صحبت ومعیت حاصل کر لے؛ کیوں کہ تیرے محبوب سے جب ایک اعرابی نے پوچھا تھا "متی الساعة"؟ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے جواب میں ایک اور سوال کیا تھا: ما اعددت لها؟ تو نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس پر اس اعرابی صحابی نے جو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھا بڑا ہی سیدھا لیکن نہایت ہی قیمتی جواب دیا تھا "لا انی احب الله ورسوله" اعمال تو زیادہ کچھ نہیں ہیں، ہاں! مگر اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت رکھتا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: المرء مع من احب.

تو ہم عاشقین رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا دعوی کریں گے اور جسے محبوب کے محبوب سے محبت ہو تو پھر.....

اے عباسی! صحابہؓ پر لٹا دے اپنا تن من دھن تجھے مطلوب فردوس بریں کے گر نظارے ہیں

اسلام کے عظیم سپہ سالار
(حضرت خالد بن ولیدؓ) کے مختصر حالات زندگی

محمد سبحان ارریاوی (استاذ جامعہ اکل کوا)

آپؓ کا نام ونسب:

ابوسلیمان خالدؓ بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ۔

''مرہ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں دادا ہیں۔ اس وجہ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

والدہ کا نام ونسب:

آپ کی والدہ کا نام ''لبابہ بنت صغریٰ بنت الحارث'' ہے۔ آپ حضرت ام المومنین بنت حارثؓ کی ہمشیرہ ہیں۔ اس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حقیقی خالو ہوتے ہیں۔

خاندان:

آپ کے چھ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ بھائیوں میں صرف ''ہشام'' اور ''ولید'' مسلمان ہوئے، بہنوں میں سے ایک کی شادی حضرت صفوان بن امیہ اور دوسری کی حارث بن ہشام کے ساتھ ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد ''ولید'' کا شمار مکہ کے رؤسا میں ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ سے لے کر طائف تک؛ ان کے باغات تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ مخزوم سے تھا، جو قریش کے قبیلہ بنو ہاشم کے بعد مرتبہ میں دوسرے نمبر پر تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کے مال ودولت کا یہ حال تھا کہ ایک سال بنو ہاشم مل کر خانۂ کعبہ کا غلاف چڑھاتے اور ایک سال ''ولید'' تنہا غلاف چڑھاتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ پیدائش:

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کی صحیح تاریخ کسی کتاب میں بھی مذکور نہیں۔ تاہم مختلف حوالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت آپ کی عمر مبارک ۱۷ سال تھی۔

ایام طفولیت وشباب:

عرب کے رواج کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی پرورش بھی مکہ سے باہر ایسے دیہاتی ماحول میں ہوئی، جہاں شمشیر آرائی اور جنگجویانہ سرگرمیاں آخر وقت تک سامنے ہوتی تھی۔ نیزہ بازی، شہسواری، شمشیر زنی، جنگی داؤ پیچ سے ہر وقت پالا پڑتا تھا۔ آپ صغرسنی سے ہی نہایت پھرتیلے، بہادر، نڈر اور صاحب تدبر انسان تھے۔

عالم شباب میں آپ کی شجاعت کا رنگ نکھرا اور آپ رضی اللہ عنہ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔

حلیہ مبارک:

آپ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک پر چیچک کے نشانات تھے، جسم نہایت مضبوط اور سینہ بہت کشادہ تھا۔

قبولِ اسلام سے پہلے کی زندگی:

آپ رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد کی طرح اسلام سے پہلے اسلام کے شدید مخالف تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر کارروائی میں پیش پیش رہتے تھے۔ جنگ بدر اور احد میں آپ کی صلاحیتیں اسلام کے خلاف خوب استعمال ہوئیں۔ جنگ احد کے آخری مرحلے میں مسلمانوں کو جس شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کی بڑی وجہ آپ ہی تھے۔

قبولِ اسلام:

آپ کا قبول اسلام بھی غیر معمولی سے کم نہ تھا۔ مورخین کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عرب کے بڑے بڑے سورما اسلام کے ظلِ عاطفت میں جگہ پا گئے۔ آپ کے قلب مبارک میں بھی اسلام کا نور جگمگانے لگا اور غیر محسوس طور پر اسلام کی محبت پرورش پانے لگی۔ دل و جان سے آپ یہ محسوس کر رہے تھے کہ کسی نہ کسی وقت سارے عرب پر اسلام کا پرچم بلند ہونے والا ہے؛ اسی خیال سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل و حرکت، انداز گفتگو، طرز عمل، کردار اور اسوۂ حسنہ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اور بہت جلد محسوس کر لیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا بہت ہی پاکیزہ زندگی گزارنے والے لوگ ہیں۔ ان کی سچائی، بے نفسی، سادگی، حسن سلوک، رعب و جلال، اخلاق و اطوار اور فکر و نظر کی جاذبیت دیکھ کر حد درجہ متاثر ہوئے۔

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی ساری صلاحیتوں سے باخبر تھے۔ اور وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دل اسلام کی روشنی سے آراستہ ہو رہا ہے؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کے بھائی ''ولید'' جو کہ ان سے پہلے آغوش اسلام میں آ چکے تھے؛ سے فرمایا:

''خالد رضی اللہ عنہ پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ پھر وہ اسلام کیوں نہیں لاتا؟''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے بھائی کے نام ایک خط لکھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ بھائی ولید کا خط دیکھتے ہی میری یہ حالت ہوگئی کہ بے اختیار میری زبان سے کلمہ توحید جاری ہوگیا۔ اور جی چاہا کہ پر لگا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤں اور اپنا تن من سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کردوں۔

چناں چہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ کا سفر کیا۔

حضرت خالدؓ کا آغوش اسلام میں آنے کی کہانی خود ان ہی کی زبانی:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''میں نے مدینہ پہنچتے ہی سفر کے کپڑے اتار کر عمدہ پوشاک زیب تن کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا؛ اسی جگہ میرے پاس میرے بھائی ولید آگئے۔ انہوں نے کہا کہ کئی روز سے مدینہ منورہ کے لوگ آپ کا انتظار کر رہے تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ بہت جلد مکہ کے کئی بہادر ہماری طرف آجائیں گے، اس سے لوگوں میں آپ کا بہت اشتیاق ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت انتظار میں ہیں جلدی کرو، اس فقرے نے میرے تن من میں بجلی پیدا کردی۔ بس پھر کیا تھا؟ میں جونہی تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا، میری حالت فرطِ عقیدت سے غیر ہوگئی۔ میں دیدار رسول کی خوشی میں دیوانہ ہوگیا اور پروانہ وار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جا گرا۔''

جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکم توحید پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر یہ فرمایا: '' الحمد لله الذی هداک الی الاسلام .''

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہے، جس نے آپ کو اسلام کی طرف راغب کردیا۔

حضرت خالد کی اسلامی خدمات:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ کفر پر غشی طاری ہوگئی۔ آپؓ کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہلؓ اور عمرو بن عاصؓ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

مؤرخین کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چھوٹی بڑی ۱۲۵ جنگیں لڑیں اور ایک بھی لڑائی میں شکست نہیں کھائی۔ عرب میں مشہور تھا کہ جس جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہوں گے، اس میں فتح غالب ہے۔ آپ کثرت وقلت کے اعداد وشمار سے بے نیاز تھے۔

مشہور جنگیں:

غزوۂ احد، فتح مکہ، فتح طائف، جنگِ موتہ، معرکہ دومۃ الجندل، جنگ یرموک، جنگ یمامہ، جنگ اجنادین، فتح حلب، فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کی کوششیں وغیرہ۔

آغوشِ اسلام میں آنے کے بعد پہلی لڑائی اور فتح:

آغوشِ اسلام میں آنے کے بعد سب سے پہلی لڑائی غزوۂ موتہ (جمادی الاولیٰ ۸ھ) کی لڑی اور یہ غزوہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق جب سارے امرائے لشکر شہید ہوگئے تو حضرت ثابت بن اقرمؓ نے "علم اسلام" کو بلند کیا اور مشورے کے تحت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر منتخب کیا گیا۔ پھر کیا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرت انگیز پھرتی اور ہوش مندی کے ساتھ اپنی ساری جنگی صلاحیتیں جھونک دیں۔ آخر کار تین ہزار کی تعداد ایک لاکھ پر غالب آگئی اور یہ مرعوب ہوکر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے۔

سیف اللہ کا خطاب:

جنگِ موتہ میں لشکرِ اسلام کے امرا کے علاوہ دس اور جلیل القدر صحابی بھی شہید ہوئے۔ معتبر ذرائع سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگِ موتہ کے تمام حالات سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کردیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو لڑائی کے حالات سے آگاہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" اخذ الراية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذها ابن رواحة فاصيب ."

زیدؓ نے علم اٹھایا اور وہ شہید ہوگئے، پھر جعفرؓ نے علم سنبھالا وہ شہید ہوگئے اور ان کے بعد ابن رواحہؓ نے علم اسلامی کو لیا تو وہ بھی شہید ہوگئے۔

ان الفاظ کو ادا کرتے وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن رواحہؓ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ جو "خدا کی تلوار" ہے، اس نے علم سنبھالا اور فتح پائی ہے۔ پھر فرمایا یا الٰہی! خالد رضی اللہ عنہ تیری تلوار ہے تو ہمیشہ اس کو فتح مند رکھیو!

اسی دن سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لقب " **سیف اللہ** " یعنی اللہ کی تلوار ہوگیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں وفات پائی۔

آپ مرض الوفات میں فرماتے تھے:

''میں نے عرصہ دراز تک مشرکین کے خلاف جہاد کیا اور بیسیوں جنگوں میں جام شہادت کی طلب میں جان توڑ کر لڑائی کی۔ آپ نے خود کو بارہا ہزاروں کفار کے نرغے میں ڈال دیا لیکن افسوس شہادت کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ میرے جسم پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار یا نیزے کا نشان نہ ہو۔ لیکن افسوس مجھے موت نے بستر پر آدبوچا۔ میدان جہاد میں شہادت نصیب نہ ہوئی۔''

اسلام کا یہ بہادر سپاہی یہی حسرت لیے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ان کے بدن کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں تیر، تلوار، نیزے یا کسی دوسرے ہتھیار کا زخم موجود نہ ہو لیکن انہیں شہادت نہ ملی۔

علمائے کرام اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ انہیں چوں کہ سیف اللہ کا لقب دیا گیا تھا، اس لیے انہیں میدان جنگ میں شہادت نصیب نہیں ہو سکی۔ کیوں کہ کسی کو مجال نہیں کہ اللہ کی تلوار کو شکست دے سکے۔ زندگی بھر خالدؓ بن ولید کے ہاتھ میں تلوار کا دستہ رہا اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔

تواضع وانکساری:

تاریخ شاہد ہے کہ جس نیک دلی اور حوصلے سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے احکام کی تعمیل کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ فوجوں کا سپہ سالار قدرت رکھتا تھا کہ اپنے احکام منوا لے، لیکن جس نے اپنے آپ کو راہ خدا میں وقف کر دیا ہو وہ ذات شان و شوکت کا محتاج نہیں ہوتا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب ان کے اثاثے کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ نے ایک غلام، ایک گھوڑا اور چند ہتھیاروں کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔

اگرچہ امتِ مسلمہ کی تاریخ فنونِ حرب اور جنگی کارناموں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، لیکن مغربی مورخین کی نظر اس پر کبھی نہیں پڑی۔ مورخین کو نپولین، بونا پارٹ، جولیس قیصر اور چنگیز خان کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اگرچہ یہ جرنیل بھی اپنی جگہ فن حرب کے ماہر تھے اور انہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو شکستِ فاش دی تھی۔ لیکن تاریخ اسلام کا ایک ایسا جرنیل بھی ہے جس کا تذکرہ دنیا کی جنگی تاریخ میں لازمی ہونا چاہیے۔ اس نڈر اور ناقابلِ شکست جرنیل کا نام ''خالد بن ولید'' ہے۔ (مستفاد از کتاب ''سیدنا خالد بن ولیدؓ)

☆.....☆.....☆

جامعہ کے شب و روز

اسفار رئیس الجامعہ

حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم جامعہ ہتھورہ باندہ میں:

حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم اپنے شیخ حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ ہتھورہ باندہ کی مجلس شوریٰ میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے۔

۱۰/اکتوبر ۲۰۱۸ء صبح ۵ بجے حضرت رئیس جامعہ جامعہ ہتھورہ باندہ پہنچے۔ فجر کی نماز کے بعد طلبہ کے درمیان مجلس ذکر منعقد ہوئی بعدہ حضرت کا مختصر خطاب ہوا۔ ۱۱:۳۰ مجلسِ شوریٰ میں شرکت فرمائی۔

حضرت رئیس الجامعہ اپنے شیخ کے مدرسہ کی مجلس شوریٰ میں حاضری کو اپنے لیے ضروری اور اپنے مرحوم شیخ کی محبت میں یہاں کی حاضری اپنے لیے خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔

یہ مدرسہ حضرت قاری صاحب کے فرزند ارجمند حضرت مولانا حبیب احمد صاحب باندوی دامت برکاتہم کے زیر نگرانی چل رہا ہے۔ اس مدرسہ میں ۴۷۲ طلبہ زیر تعلیم ہیں، ۱۷/اساتذہ اپنے تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اور ۳۲/ملازمین ہیں۔ جامعہ ہذا سے اب تک ۱۴۴/طلبہ عالم، ۱۶۸/طلبہ حفاظ، ۱۵/طلبہ تخصص فی الادب العربی ۱۶/طلبہ افتا اور ۱۶۸/طلبہ قرأت سبعہ عشرہ، حفص کی اسناد حاصل کر چکے ہیں۔ ادارہ کے زیر نگرانی مولانا صدیق میموریل انگلش میڈیم اسکول بھی جاری ہے۔ اسی جامعہ کے تحت مدرسہ خیر البنات میں ۷/طالبات فارغ ہو چکی ہیں۔

اس کے علاوہ جامعہ ہذا نے ۴۱/مساجد تعمیر کروائی ہیں۔ جب کہ اسی جامعہ کی سرپرستی میں ۴۵/مکاتب چل رہے ہیں۔ سماجی کاموں میں بھی جامعہ کا کافی رول رہا ہے۔ بیواؤں کی امداد اور بیماروں کے لیے ہاسپٹل کا بھی نظم ہے۔ الحمدللہ! جامعہ ہتھورہ کے فارغین پورے عالم میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت رئیس الجامعہ کھنڈوہ ایم پی میں:

جامعہ ہتھورہ باندہ یوپی کے پروگرام سے فارغ ہو کر جامعہ اکل کوا کی شاخ جامعہ خیر العلوم بورگاؤں خرد کھنڈوہ تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت رئیس الجامعہ نے ایک میٹنگ میں شرکت فرما کر اپنے اگلے سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس مدرسہ میں ۴۴۲/طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ دینیات، ناظرہ، حفظ کے علاوہ عربی چہارم تک تعلیم کا نظم ہے؛ اسی کے ساتھ عصری تعلیم کے لیے اسکول بھی ہے۔ اب تک ۳۵۸/حفاظ کرام یہاں سے فارغ ہو چکے ہیں۔

واضح رہے کہ ۲۹ رسال قبل حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس سے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ مدرسہ ہذا کے فعال اور متحرک ناظم حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب کی محنتوں اور کوششوں سے یہ مدرسہ تعلیمی اور تعمیری ترقی کی طرف گامزن ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید ہر طرح کی ترقیات سے نوازے۔ آمین!

اس سفر میں خالد بھائی موتی والا (سورت) سالم بھائی چاندی والا، سمیر بھائی چاندی والا، حافظ اسماعیل صوفی صاحب کوساڑی حضرت رئیس الجامعہ کے رفیق سفر رہے۔ دورانِ سفر حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم کی طبیعت ناساز ہوگئی تو مذکورہ حضرات نے حضرت دامت برکاتہم کے بھرپور خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو خوب جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

جامعہ آئی ٹی آئی میں جدید طلبہ کے لیے استقبالیہ پروگرام کا انعقاد:

ستمبر ۲۰۱۸ء کے آخر میں ہی نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوگیا تھا۔ ۵/ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو رئیس الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کے زیر صدارت جدید طلبہ کے لیے استقبالیہ پروگرام منعقد ہوا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ جامعہ آئی ٹی آئی کالج کے پرنسپل جناب اکبر پٹیل نے گلدستہ پیش کر کے حضرت مولانا وستانوی صاحب کا استقبال کیا۔ اناؤنسر اور جامعہ آئی ٹی آئی کے ٹیچر جناب حنیف کاراسر نے جامعہ آئی ٹی آئی کی تاریخ اور اس کے کورسیز کی پوری تفصیل بتائی۔ کالج کے پرنسپل جناب اکبر پٹیل اور وائس پرنسپل جناب الیاس پٹیل صاحبان نے جامعہ آئی ٹی آئی کے رول بیان کیے۔ پروگرام کے صدر حضرت مولانا وستانوی صاحب نے طلبہ کو تعلیم پر توجہ، خوب محنت اور کوشش کرنے کی تلقین فرمائی۔ جامعہ آئی ٹی آئی کے ۲۵ رسال مکمل ہونے اور I.S.O سرٹیفکٹ حاصل کرنے پر آئی ٹی آئی کے اسٹاف کی محنتوں کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ جامعہ آئی ٹی آئی نے بغیر کسی انتشار کے ۲۵ رسال پورے کیے اور آگے اپنے منزل کی طرف گامزن ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مجھے آئی ٹی آئی سے بہت زیادہ لگاؤ اور دل چسپی ہے۔ جامعہ آئی ٹی آئی کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے ۵/ جگہوں پر جامعہ کی شاخوں میں آئی ٹی آئی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جامعہ اور اس کی شاخوں کی ۵/ آئی ٹی آئی میں تقریباً ۱۰۰۰/ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ آخر میں حضرت کی دعا پر مجلس کا اختتام عمل میں آیا۔

اسفار: تکمیل حفظ قرآن:

۳/ نومبر ۲۰۱۸ء بروز سنیچر حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم جامعہ کی شاخ مدرسہ عمر بن خطاب کنج کھیڑا کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر تکمیل حفظِ قرآن کی مجلس میں شرکت فرما کر مدرسہ ہذا کے زیر نگرانی چل رہے بی، یو، ایم، ایس کالج کنج کھیڑا کے لیے بنے ہسپتال کی افتتاحی تقریب میں شریک ہوئے۔ اس افتتاحی تقریب میں ہندو مسلم کا ملا جلا پُر رونق اجتماع تھا۔ الحمد للہ سب نے تعاون کیا۔

جامعہ کے شب و روز

جامعہ کے شب و روز

پھر اس کے بعد حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم قصاب کھیڑا مدرسہ میں حاضر ہوئے، عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر تقریر کی کہ کاش ہم نے مدرسہ کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھا ہوتا اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہوتا۔ اللہ نے اپنی قدرت سے لوگوں کے دلوں کو مائل کر دیا۔ یہ مدرسہ حال ہی میں جامعہ کی مکمل تحویل میں آیا ہے اور بہت اچھا نظام شروع ہو گیا ہے۔ گاؤں والے بھی بہت خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہمارا مدرسہ بھی اب پھل پھول رہا ہے۔ ناظم صاحب اور اساتذۂ کرام محنت کر رہے ہیں۔ اس کے بعد رئیس جامعہ کہ شاخ بدنا پور گئے؛ وہاں جا کر اللہ کی توفیق سے بہت سے انتظامی امور کی انجام دہی کی۔ پھر رات ہوگئی اور آپ سو گئے۔

الحمد اللہ! صبح جلدی اٹھ کر نماز پڑھی۔ قاری وسیم صاحب استاذ تجوید و قرآت حضرت کے رفیق سفر تھے۔ پھر بدنا پور سے والوج کے لیے روانہ ہوئے وہاں پانچ چھ مدرسوں کے طلبہ کو بلایا، جو تکمیلِ حفظ قرآن کریم کر چکے تھے۔ قاری صاحب نے ان کا قرآن مکمل کروایا اور حضرت نے تھوڑی نصیحت اور دعا کی۔

پھر وہاں سے جامعہ کی شاخ احمد نگر روانہ ہوئے۔ یہاں دستار بندی کا جلسہ تھا، حضرت کے پہنچنے تک الحمد للہ سب بچے کھانے سے فارغ ہو کر جلسہ کے لیے بیٹھ گئے ان کا انتظام حضرت کو بڑا پسند آیا۔ وہاں پر اے رطلبہ حافظ قرآن بنے ہیں۔ ماشاء اللہ سب نے صافہ اور صدری پہن رکھی تھی، پھر حضرت کے کچھ مہمان بھی آ گئے، انہوں نے سب حافظ بچوں کو پانچ پانچ سو روپے انعام دیے۔

حضرت کی تقریر ہوئی اور جلسے کا اختتام ظہر تک ہو گیا۔ ظہر کے بعد حضرت نے کھانا کھایا اور آرام کیا۔ عصر سے پہلے اٹھ کر دیگر انتظامی امور میں مشغول ہو گئے۔ اگلی صبح حضرت کو جامعہ کی شاخ رنجنی پہنچنا تھا؛ لیکن ان لوگوں کے ساتھ میٹنگ ہوئی اور میٹنگ میں تاخیر ہو گئی۔ چناں چہ رات قیام وہیں کر لیا۔ ناظم مدرسہ، اساتذہ اور طلبہ حضرت کے قیام سے بڑے خوش ہوئے۔ حضرت نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی، ذکر کیا اور طلبہ کو کچھ نصیحت کی۔ پھر وہاں سے پہنچے رنجنی۔ پہلے لڑکیوں کے مدرسہ میں گئے، وہاں پر چھ سو طالبات ہیں، پھر لڑکوں کے مدرسہ میں گئے، لڑکوں کا پروگرام بہت اچھا رہا اور اس کے بعد ان کو بھی نصیحت کر دی۔ پھر رنجنی کے بعد پہنچے آشٹی۔ آشٹی میں ابھی نئی شاخ قائم ہوئی ہے۔ جامعہ کے ایک پرانے فاضل مولانا وسیم صاحب احمد نگر کی طرف کے رہنے والے ہیں، انھوں نے وہاں بڑی محنت کی ہے۔ حضرت جلسہ میں پہنچے، وہاں کا جلسہ بہت کامیاب رہا۔

اس کے بعد پاتھری گئے، وہاں بھی طلبہ کی تکمیلِ حفظ کی مجلس تھی، وہاں سے پھر مجھلے گاؤں پہنچے۔ اس کے بعد رات میں وہاں سے عنبو آئے۔ پھر صبح وہاں سے اڈول پہنچے، اور پھر وہاں سے اکل کوا آ گئے۔

حضرت کا یہ سفر بڑا قیمتی تھا جس میں جامعہ کی کئی ایک شاخوں کا جائزہ بھی ہوا اور کئی شاخوں میں تکمیل حفظ قرآن کا جلسہ بھی جس میں ۲۰۰ سے زائد طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ اللہ خادم قرآن اور مرکز قرآن کو قائم و دائم رکھے۔

مرکز انصاری ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ کا افتتاحی پروگرام

مورخہ ۱۷؍نومبر ۲۰۱۸ء بروز: سنیچر، بہ وقت صبح ۹:۳۰ بجے بہ مقام وڑسنگ ضلع شولاپور میں جامعہ اکل کوا کے تحت عظیم الشان اجلاس کے ذریعہ جامعہ کی ایک اہم شاخ (مرکز انصاری ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ وڑسنگ ضلع شولاپور، مہاراشٹر کا افتتاح کیا گیا۔ اور مدرسہ ہذا کی نظامت جامعہ کے ایک قدیم فاضل مولانا عبدالرزاق صاحب اشاعتی کے سپرد کی گئی۔ جس کی صدارت حضرت رئیس الجامعہ مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم اور نظامت حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی دامت برکاتہم نے فرمائی۔ اور مہمانِ خصوصی کے طور پر مدینہ منورہ سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے استاذ حدیث فضیلۃ الشیخ حامد اکرم البخاری اور جامعہ اکل کوا کے ناظم تعلیمات حضرت الاستاذ مولانا حذیفہ صاحب تشریف فرما ہوئے۔ اسی طرح علاقہ کے ایم، ایل، اے کے علاوہ بہت سے سیاسی لیڈران نے بھی شرکت فرمائی۔ جامعہ کی شاخوں کے نظما اور اساتذہ کرام کی ایک بڑی تعداد نے بھی شرکت فرما کر پروگرام کو زینت بخشی۔ اجلاس نو افتتاح مدرسہ کے وسیع و عریض میدان ہی میں منعقد کیا گیا۔ شولاپور و اکل کوٹ اور اطراف و اکناف کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد جلسے میں امڈ پڑی اور شامیانہ باوجود اپنی وسعت کے کھچا کھچ بھر گیا۔ جس میں رئیس الجامعہ دامت برکاتہم: مدرسہ کا تعارف کراتے ہوئے دینی و دنیوی تعلیم کی اہمیت پر مختصر پُر اثر خطاب فرمایا۔ اور اجلاس میں موجود حاضرین کو یہ تلقین فرمائی کہ وہ اپنی اولاد کی دینی و عصری تعلیم پر زور دیں۔ (یاد رہے کہ اس نو افتتاح مدرسہ کے لیے تقریباً ۱۵۶ ایکڑ زمین خریدی گئی ہے جس پر عنقریب ہی مختلف دینی و عصری شعبہ جات کی عمارتیں تعمیر کی جائیں گی) اس کے بعد مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ حامد اکرم البخاری نے ایک جامع خطاب فرمایا، جس کی ترجمانی بزبان اردو جامعہ اکل کوا کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا حذیفہ صاحب نے فرمائی۔ فضیلۃ الشیخ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین حنیف کی خدمت کے لیے کچھ بندوں کو مخصوص فرمالیا ہے، جن میں سے ایک حضرت وستانوی دامت برکاتہم بھی ہیں۔ جن کو اللہ پاک نے اپنی مخلوق کے مابین خدمتِ دین کے لیے قبول فرمالیا ہے۔ اللہ پاک ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ پھر شیخ نے علما کو متوجہ کرتے ہوئے اُن کی ذمہ داری کا احساس دلایا اور یہ حدیث پڑھی کہ بہت سے اہل علم کتمان علم کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ پھر عوام و طلبہ کو متوجہ کرتے ہوئے انھیں بھی ان کی ذمہ داری یاد دلائی اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بہت سی دعائیں بھی دیں۔

فضیلۃ الشیخ کے خطاب کے بعد حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم کی پرسوز دعا کے ساتھ مجلس کا اختتام ہوا۔ (فللہ الحمد) دعا کے بعد فضیلۃ الشیخ نے جامعہ کے ناظم تعلیمات مولانا حذیفہ صاحب کے ساتھ نو افتتاح مدرسہ کی زیارت کی۔ اس موقع پر موجود ذمہ داران نے اظہار مسرت کرتے ہوئے فضیلۃ الشیخ کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس طرح یہ اجلاس بہ حسن و خوبی اختتام کے دامن میں سمٹ گیا۔ اللہ پاک اس ادارۂ جدید کو مزید ترقی عطا کرے اور پوری امت اسلامیہ کے لیے مرکز رشد و ہدایت بنائے۔ آمین!

شریک جلسہ: (مولانا) حمید الرحمٰن اشاعتی، سمستی پوری استاذ جامعہ اکل کوا